نوادرِ امدادیہ

یعنی

حضرت حاجی محمد امداد اللہ فاروقی چشتی
کے غیر مطبوعہ خطوط کا نادر مجموعہ

ترتیب و تحقیق

پروفیسر نثار احمد فاروقی

حضرۃ سید محمد گیسو دراز تحقیقاتی اکیڈمی
روضۂ منورہ بزرگ، گلبرگہ شریف
(کرناٹک)

نوادرِ امدادیہ

یعنی سید الطائفہ شیخ المشائخ

حضرت حاجی محمد امداد اللہ فاروقی چشتی صابری بادوی

مہاجرِ مکی قدس اللہ سرہ العزیز کے غیر مطبوعہ خطوط کا نادر مجموعہ

ترتیب و تحقیق

پروفیسر نثار احمد فاروقی

دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷

حضرت سید محمد گیسودراز تحقیقاتی اکیڈمی

روضۂ منورہ بزرگ۔ گلبرگہ شریف۔ (کرناٹک)

۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ء

بار اول : رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء
کتابت : نسیم اعظمی
مطبع : روبی پرنٹنگ پریس، دہلی
تعداد : ایک ہزار
قیمت :

ناشر :

حضرت سید محمد گیسو دراز تحقیقاتی اکیڈمی
روضہ منورہ بزرگ، گلبرگہ شریف

نذرِ عقیدت

بہ حضور

تقدس مآب مخدومِ عالمیاں

حضرت خواجہ سید محمد محمد الحسینی مدظلہ العالی

(سجادہ نشینِ حضرت خواجہ سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ)

بندۂ آصفِ عہدیم کہ در سلطنتش
صورتِ خواجگی و سیرتِ درویشان است

فہرست مکتوبات

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ:

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ چشتی صابری امدادی سلسلے کے نہایت ممتاز بزرگ ہیں۔ اُن کے سلسلۂ طریقت سے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش ہی کے نہیں حجاز، شام، عراق، ترکی، مصر اور افریقہ کے علماء اور درویش بھی وابستہ رہے ہیں۔ حیدرآباد کی سربرآوردہ علمی شخصیت حضرت الحاج الحافظ مولانا محمد انوار اللہ خان فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانیٔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے بھی حضرت مہاجر مکیؒ سے فیض پایا تھا۔

حاجی صاحبؒ کے مشرب میں اتنی وسعت تھی کہ طالب خواہ کسی مدرسۂ فقہ کا مقلد ہو، یا غیر مقلد ہو، اُن کے فیضان سے محروم نہ رہتا تھا۔ حاجی صاحبؒ کے مریدین و خلفاء میں مدرسۂ دیوبند کے بعض علماء بھی شامل ہیں، مگر انھوں نے بعض فروعی مسائل کو اتنی اہمیت دی کہ اُنھیں اصلِ ایمان جاننے لگے، اور اُن کے بارے میں اتنا شدید اور بے لچک رویّہ اختیار کیا کہ اپنے پیر و مرشد کی ہدایات کی پروا بھی نہ کی، اس سے جو افتراق و انتشار امّتِ مسلمہ میں پیدا ہوا وہ بڑھتا ہی گیا، اور اس گروہ کی پیروی کرنے والے آج بھی شرک، بدعت، فسق وغیرہ کے نام پر عام دیندار مسلمانوں کے دل و دماغ میں شک و ریب کے کانٹے بوتے رہتے ہیں اور اسے دینِ اسلام کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔

"التصوف کلّہ ادبٌ": تصوّف تمام تر ادب ہے اور اس کا خلاصہ مرید و مراد کے ارادے کا اتحاد ہے۔ یہی حافظِ شیرازؒ نے کہا ہے:

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید | کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ مرشد احکامِ شریعت سے بے خبر ہے، اور جو کچھ اشغال و اعمال اُس کے ہیں، اُن کی پیروی کے ہم مکلّف نہیں، تو اُس کی بیعت بھی سوالیہ نشان بن جاتی ہے۔
حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجددِ الفِ ثانیؒ ہوں یا حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، یا شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، تقلید، نیاز، عرس، و مراسمِ عرس، فاتحہ، مجلسِ میلاد وغیرہ مسائل میں اِن بزرگوں کا ہرگز وہ عقیدہ نہیں تھا جو آج اِن سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک ممتاز مرید و خلیفہ مولانا عبدالسمیع بیدلؔ رامپوری نے اپنی کتاب "انوارِ ساطعہ" میں اِن حضرات کو مدلّل جواب دیا تھا، جس کی تائید خود حاجی صاحبؒ نے بھی فرمائی تھی۔ اِن مسائل کے بارے میں اور کتاب "انوارِ ساطعہ" کے موضوع پر جو خطوط مولانا عبدالسمیع بیدلؔ کو لکھے گئے، وہ نہایت اہم اور قابلِ قدر ہیں۔ اُن سے اِس پوری بحث کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے، اور حضرت کے عقیدت مندوں کی نظر میں یہ ایک بیش بہا تحفہ ہیں۔ اِن خطوط کو عزیزِ گرامی محترم پروفیسر نثار احمد فاروقی (صدر شعبہ عربی دہلی یونی ورسٹی دہلی) نے مولانا بیدلؔ کے صاحبزادے حکیم محمد میاں مرحوم کے نواسے جناب رؤف الحسن (ایڈووکیٹ میرٹھ) کی عنایت سے حاصل کر کے بہت محنت اور دیدہ ریزی سے مرتب کیا، اُن پر جا بجا مفید حواشی لکھنے کے علاوہ ایک مفصّل، مدلّل اور عالمانہ مقدمہ بھی تحریر کیا، جس سے نہ صرف اِن خطوط کے لکھنے والے اور مکتوب الیہ کے حالات کا علم ہوتا ہے، بلکہ جن مباحث سے متعلق یہ مکتوبات ہیں اُن کی علمی اور مذہبی نوعیت بھی سامنے آتی ہے۔ فاروقی صاحب کے لب و لہجہ میں اِن بزرگوں کے لیے عقیدت و محبت کے ساتھ ہی مخالفانہ عقیدہ رکھنے والوں کے لیے بھی اعتدال، توازن اور رواداری کا رویّہ ہے، جس میں ذرہ بھر تلخی، تندی یا ترشی نہیں ہے۔ ایک علمی بحث اِسی شان سے ہونی بھی چاہیے جس میں نفسانیت اور ادّعا کا دخل نہ ہو اور اپنی بات پوری محبت کے ساتھ کہہ دی جائے۔ فاروقی صاحب نے یہ خطوط مجھے دکھائے تو میری خواہش ہوئی کہ انھیں "سیّد محمد گیسو دراز تحقیقاتی اکیڈمی، بارگاہ بندہ نواز، گلبرگہ شریف" کی جانب سے شائع کیا جائے۔ اِسے انھوں نے ازراہِ کرم منظور کیا، اگرچہ اِن کی طباعت میں

غیر معمولی تاخیر ہوگئی، جس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ خطوط کی زیادہ صاف تصویریں دوبارہ حاصل نہیں ہو سکیں۔ جو تصویریں ایسی حالت میں تھیں کہ اُن کی طباعت ہو سکے وہ مجموعے میں شامل کر لی گئی ہیں۔

"نوادرِ امدادیہ" کے اِس بیش قیمت علمی تحفہ کی اشاعت کے لیے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالے ڈاکٹر نثار احمد صاحب فاروقی کو صحت و عافیت، اصلاحِ وفلاحِ دارین، علمِ نافع اور عملِ مقبول سے بہرہ ور رکھے، اور اس طرح کی خدمتوں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

جناب رؤف الحسن انصاری ایڈووکیٹ میرٹھ بھی ہمارے شکریہ اور دعاؤں کے مستحق ہیں جنھوں نے طویل عرصہ تک اِن خطوط کی حفاظت کی، اور اِنھیں اشاعت کے لیے بطیبِ خاطر عنایت فرمایا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

وآخرُ دعوانا انِ الحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین والصلوٰۃُ والسلامُ علیٰ سیّدِ المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

گلبرگہ:
یکم ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ

سید شاہ محمد محمد الحسینی
سجادہ نشین حضرت خواجہ گیسو درازؒ
گلبرگہ شریف

مقدمہ

زیرِ نظر کتاب شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض نادر خطوط کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے بیشتر خطوط مولانا عبدالسمیع بیدل انصاری" (ساکن رامپور منہیاران و نزیل لال کرتی میرٹھ) کے نام ہیں چند خطوط کے مکتوب الیہم دوسرے حضرات بھی ہیں۔

انھیں "نوادر امدادیہ" نام اس لیے دیا گیا کہ یہ خطوط غیر مطبوعہ ہیں اور پہلی بار شائع ہو رہے ہیں دوسرے یہ ایک اہم بحث سے متعلق ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۳۰۲ھ/۸۴-۱۸۸۵ء میں مطبع ہاشمی میرٹھ سے ایک چار ورق کا فتویٰ شائع ہوا، جس پر تین غیر مقلد علماء کے دستخط تھے، اس کے علاوہ دیوبند، گنگوہ وغیرہ کے علماء نے بھی اس کی تائید کی تھی۔ اس کا عنوان تھا "فتوائے مولود و عرس وغیرہ"۔ اس میں یہ کہا گیا تھا کہ اموات کی فاتحہ اور ایصالِ ثواب کی رسمیں جیسے سوم چہلم وغیرہ، یا عرس کرنا، ایصالِ ثواب کی نیت سے کھانے پر فاتحہ دینا، میلاد شریف پڑھنا، اس کی مجلس میں قیام کرنا وغیرہ سب بدعت اور گمراہی ہے، اکثر ناجائز ہے۔

اس کے چند ماہ کے بعد ایک اور ۲۴ ورق رسالہ شائع کیا گیا جس کا عنوان تھا "فتوائے میلاد شریف یعنی مولود مع دیگر فتاویٰ"۔ یہ بھی مطبع ہاشمی میرٹھ سے شائع ہوا۔ اس میں بھی فاتحہ، عرس، میلاد شریف وغیرہ کی مذمت اور ان کے جواز سے انکار کیا گیا تھا۔

ان فتاویٰ کی اشاعت سے عام مسلمانوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں، تائید و تردید میں طرح طرح کی باتیں سامنے آنے لگیں، تو کچھ حضرات نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی" کے مرید و خلیفہ مولانا عبدالسمیع بیدل" سے اس کا مدلل جواب لکھنے کی درخواست کی۔ انھوں نے ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں ہی اس فتوے کی تردید میں کتاب "انوارِ ساطعہ در بیانِ مولود و فاتحہ" لکھی اور اسے چار ابواب میں تقسیم کیا۔

پہلے چار ورقی فتوے میں کہا گیا تھا: "محفل میلاد اور قیام وقتِ ذکرِ پیدائش آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم...... بدعت ہے...... ایسا ہی حال سوم، دہم، چہلم وغیرہ اور پنج آیۃ اور چنوں اور شیرینی وغیرہ کا...... کہ بدعاتِ قبیحہ، مذموم و ناپسند شرعیہ ہیں۔"

اس پر دستخط کرنے والوں میں مولوی حفیظ اللہ، مولوی شریف حسین، مولوی الٰہی بخش، مولوی محمد یعقوب نانوتوی (مدرس اول مدرسہ دیوبند) اور مولوی محمد محمود (مدرس مدرسہ دیوبند) شامل تھے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اس پر یہ فتویٰ لکھا تھا:

"ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخرِ عالم علیہ السلام کو کرنا، اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے، ایسی محفل میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلافِ سنّت ہے اور سوم بھی کہ یہ سنّت ہنود کی رسوم ہے۔" (رشید احمد عفی عنہ گنگوہی)

مولانا بیدلؒ نے سب اُمور زیرِ بحث پر کتاب و سنّت اور علمائے سلف کے اقوال و آثار کی روشنی میں ایک مفصل جواب "انوارِ ساطعہ" کی شکل میں لکھا۔ اُس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں شائع ہوا۔ چونکہ دونوں فتاویٰ میں بھی بعض الفاظ سخت اور درشت استعمال ہوئے تھے اُن کا رد کرتے ہوئے مولانا بیدلؒ نے بھی کہیں کہیں تلخ الفاظ میں تردید کی۔

یہ رسالہ حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مکہ معظمہ پہنچا تو اُنھوں نے اس کو لفظاً لفظاً پڑھوا کر سنا اور متعدد خطوط میں اس کا اظہار کیا کہ جو باتیں انوارِ ساطعہ میں لکھی ہیں وہ "فقیر کے مذہب و مشرب کے موافق ہیں۔"

مگر حاجی صاحبؒ نے مولانا بیدلؒ کو لکھا کہ جن الفاظ میں ترشی اور تیزی ہے وہ خارج کر دیں، اس کا لب و لہجہ نرم اور شیریں رکھیں۔ اپنے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل میں اُنھوں نے کتاب پر نظرِ ثانی کی اور ایسے سب الفاظ اور فقرے نکال دیے جن میں کوئی ادعا یا نفسانیت تھی یا تلخی اور تندی پیدا ہو گئی تھی۔ دوسرا ایڈیشن حذف و ترمیم کے ساتھ ۱۳۰۷ھ/۸۹-۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے بارے میں حاجی صاحب نے جن خیالات کا اور اپنی خوشی کا اظہار فرمایا وہ اِن خطوط میں دیکھا

جا سکتا ہے جو زیرِ نظر کتاب "نوادرِ امدادیہ" میں شامل ہیں۔

حاجی صاحبؒ نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ ان اختلافی مسائل کو شہرت نہ دیں اور ان کے قائلین کو "ضال و مضل و کافر و مشرک بنانا کیونکر صواب و مصلحت ہے" (مکتوباتِ ہدایت ص ۱۶) اور یہ بھی لکھا کہ "اگر دنیا میں کوئی رنج والم ہے تو یہی ہے کہ چند مسائل میں آپ کی رائے علمائے دہر و مشائخِ زمان کے خلاف ہے" (مکتوباتِ ہدایت ص ۱۸)

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا گنگوہیؒ اس معاملے میں اتنے سخت تھے کہ انھوں نے حاجی صاحبؒ کو یہاں تک لکھ دیا کہ آپ چاہیں تو مجھے حلقۂ ارادت سے خارج کر دیں۔ اس پر حاجی صاحبؒ نے لکھا ہے :

"خارج کرنا چہ معنی فقیر تو تم علماء و صلحاء کی جماعت میں اپنا داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعۂ نجات و وسیلۂ فلاح کونین یقین کرتا ہے" (مکتوباتِ ہدایت ۱۸)

میلاد شریف پڑھنا، اُس میں قیام کرنا، ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ پڑھنا یا بزرگوں کا عرس کرنا قطعی طور پر اگر قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو تب بھی یہ اُمور فروعاتِ دین میں آتے ہیں اُصولِ دین میں نہیں۔ اِن پر طویل زمانے تک اُمت کے علماء و مشائخ کا معمول رہا ہے اب اس کو ضلالت اور کفر و شرک کہنے سے اُن اسلاف کو گمراہ اور جاہل سمجھنا لازم آتا ہے۔ قرآن کا فرمان تو یہ ہے کہ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل ۱۲۵)

فروعی مسائل میں تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے حنفی مسلک والے بھی دو گروہوں میں بٹ گئے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بیان ہے کہ "حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک واعظ دہلوی کی نسبت فرماتے تھے کہ تشدد بہت ہے اس قدر تشدد سے اصلاح نہیں ہوتی" (اشرف التنبیہ مطبع نادر پریس دہلی ۱۳۴۸ھ) کیا مولانا گنگوہیؒ کا اس حد تک اصرار کہ "چاہیں تو بیعت سے خارج کر دیں" تشدد نہیں ہے؟

• اوامرِ شریعت کی بجاآوری سر آنکھوں پر، مگر بیعت بھی ایک عہد ہے جو اللہ سے کیا جاتا ہے۔ مولانا تھانویؒ ہی نے فرمایا: "بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ طالب کی طرف سے التزام ہو اتباع کا اور شیخ کی طرف سے التزام ہو تعلیم و توجہ کا" (خیر الافادات ص ۸۸)

اگر یہ کہا جائے کہ غیرتِ دین کا تقاضا یہی تھا کہ پیر و مرشد کے حکم سے بھی مسائلِ شریعت کے بارے میں روگردانی کرلی جائے تو یہ دیکھا جائے گا کہ بزرگانِ سلف میں، اور گزرے ہوئے لاکھوں مسلمانوں میں، جو اِن عقائد و اعمال پر رہ کر چلے گئے اُن کا انجام کیا ہوا ہوگا؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے علم و فضل، فقہی مہارت، اِتباعِ سنّت اور غیرتِ دینی کے بارے میں بظاہر اِن حضراتِ علما کو بھی انکار نہیں ہے۔ اُن کے عقائد "القول الجلی" سے بالکل واضح اور جلی ہوگئے ہیں۔ برسوں پردۂ گمنامی میں رہنے کے بعد یہ کتاب ابھی تین سال قبل چھپی ہے اور حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ (سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ غلام علی نقشبندیؒ) نے اس کا متن شائع کردیا ہے۔ اُسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ عرس، فاتحہ، نذر نیاز، سب کے قائل بھی تھے، عامل بھی۔ اُن کی تصانیف میں "انفاس العارفین" مشہور و مستند کتاب ہے اس سے اُن کے والدِ ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے عقائد اور اعمال کا علم ہوتا ہے۔ اِسی کتاب میں حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ (پیر و مرشد حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) کے جانشین و فرزند حضرت خواجہ خُردؒ علیہ الرحمۃ کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

"خواجہ خُرد کبھی کبھار خواجہ محمد باقیؒ باللہ کا عرس کرتے تھے۔ حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ کوئی شخص اُن کے پاس آکر کہتا ہے کہ چاول میرے ذمّہ، دوسرا آکر کہتا ہے، گوشت میرے ذمّہ، تیسرا آکر کہتا ہے کہ فلاں قوّال کو میں لاؤں گا۔ اِسی طرح دوسرے انتظامات بھی ہوجاتے۔ خواجہ خُردؒ اِس میں کوئی تکلف نہیں کرتے تھے۔"

(انفاس العارفین اُردو ترجمہ ص ۴۴ طبع لاہور ۱۹۷۷ء)

ایک اور اقتباس انفاس العارفین ہی سے ملاحظہ فرمایئے:

"حضرت والدِ ماجد (شاہ عبدالرحیمؒ) پھلت میں تھے۔ عرس کا دن تھا۔ ایک بزرگ تشریف لائے تو انھوں نے نغمہ شروع کردیا کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ شیخ ابوالفتح کی روح ظاہر ہوکر رقص کررہی ہے۔ اہلِ مجلس پر بھی اس کا کچھ اثر

ہوا چاہتا ہے۔ ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ اہل مجلس کی حالت دگرگوں اور ہائے و ہو کے عجیب و غریب نعرے بلند ہونے لگے۔ (انفاس العارفین ص ۸۳)

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیمؒ نے خواجہ خردؒ (ف ۱۰۷۴ھ/ ۶۳-۱۶۶۴ء) سے دینی و روحانی استفادہ کیا ہے اور خواجہ خردؒ کی تعلیم و تربیت حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی نگرانی میں ہوئی ہے۔

القول الجلی میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا زائچہ بھی دیا ہے اور اُس پر علم نجوم کی رو سے تبصرہ بھی لکھا ہے مثلاً یہ کہ "نجومیوں کے مطابق جس سیارۂ فلکی میں آپ کی ولادت ہوئی اُسی میں حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی کہ شمس و عطارد برج حوت میں تھے اور یقیناً یہی وجہ ہے کہ آپ وارثِ کمالاتِ نبوت ہوئے" (شاہ محمد عاشق پھلتی، القول الجلی مترجمہ حافظ تقی انور علوی، لکھنؤ ۱۹۸۸ء ص ۱۱)

شاہ صاحب کے بیشتر خطوط اور تالیفات میں نجوم کی اصطلاحات اور سیاروں کی تاثیر کا حوالہ ملتا ہے، یہ ممکن ہے اُس عہد کے ہندوستانی معاشرے کے عام رجحان کا اثر ہو، بہر حال اسلام کی تعلیم میں یہ شامل نہیں ہے کہ نجوم پر یقین رکھا جائے، اگرچہ قرآن کریم میں اس کی طرف ایک اشارہ ملتا ہے: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ○ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ○ (الصافات ۸۸-۸۹) اس سے معلوم ہوا کہ علم نجوم میں انسان کی دل چسپی زمانۂ قبل تاریخ سے رہی ہے[۱] مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ نے تقویۃ الایمان میں بے تکلف لکھ دیا کہ ستاروں کی تاثیر میں یقین رکھنے والا مشرک ہے یہ بھی خیال نہ کیا کہ میرے جدّ امجد کیا لکھتے رہے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ خدا کے سوا کوئی فاعلِ مطلق نہیں ہے مگر اسی بات کو ذرا مختلف انداز میں لکھنا چاہیے تھا، فوراً شرک کا ٹھپا لگانے سے وہ بہتر ہوتا۔

یہاں زیادہ تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں، جو حضرات اِس موضوع پر شرح و بسط کے

---

[۱] ابن سعد ۴/۱۰م کہتا ہے کہ عام الرمادہ میں حضرت عمرؓ نے العباسؓ بن عبد المطلب سے پوچھا: "یا ابا الفضل کم بقی علیہا من النجوم، قال: العوّاء، قال: کم بقی منها، قال: ثمانیۃ ایام" اس سے ظاہر ہے کہ نجوم کے اثرات پہ حضرت عمرؓ کو بھی اعتقاد تھا دوسرے بزرگوں کے بارے میں بھی ایسی روایات ملتی ہیں۔

طالب ہوں وہ القول الجلی کو تمام و کمال غور سے پڑھیں، اُس پر حضرت مولانا ابوالحسن زید رحمۃ اللہ کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں، مسعود احمد برکاتی صاحب کی کتاب "شاہ ولی اللہ دہلوی اور اُن کا خاندان" کا مطالعہ کریں۔ انفاس العارفین کو نظرِ غائر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی کتابوں میں تحریف بھی کی گئی ہے، بعض جعلی کتابیں دوسروں نے لکھ کر اُن سے منسوب کر دی ہیں اور اپنے عقائد کو شاہ صاحب کے فرمودات بنا کر پیش کیا ہے۔ ورنہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے عقائد وہی تھے جو تمام ممتاز مشائخ و صوفیہ کے اعمال و معتقدات رہے ہیں۔

اِسی طرح حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانیؒ کو عظیم مصلح، متبع سنت اور مخالفِ بدعات کہا جاتا ہے، اور اُن کی خدمات جلیلہ اس پر گواہ ہیں، مگر اُن کے عقائد و اعمال کا بھی صرف وہی حصہ منظرِ عام پر لایا جاتا ہے جو اِن حضرات کے مفیدِ مطلب ہو۔ دیکھیے حضرت سرہندیؒ کے ایک مقبول و ممتاز مرید و خلیفہ شیخ بدرالدین سرہندی علیہ الرحمۃ جو آخر وقت تک اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہے، لکھتے ہیں:

چوں حضرتِ ایشاں بر تقریب عرس حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ بر دہلی تشریف بردند شیخ تاج کہ از کُمّلِ اصحاب و از اجلّۂ خلفائے حضرت خواجہ قدس سرہٗ و از مشاہیرِ مشائخ ہند بود، نیز بہ دہلی آمدہ بودند۔ (حضرات القدس ص ۴۲، طبع لاہور ۱۹۷۱) (۳۷)	جب آپ (حضرت مجددؒ) حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ کے عرس کی تقریب میں دہلی تشریف لے گئے تو شیخ تاج (الدین سنبھلیؒ) بھی جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کامل اور ممتاز خلفاء میں اور ہندوستان کے مشہور مشائخ میں سے تھے دہلی آئے ہوئے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا عرس ہوتا تھا، اس میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ تاج الدین سنبھلیؒ (ف ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۱ء) بھی شرکت کے لیے آتے تھے۔ یہی نہیں، حضرت بدرالدینؒ سرہندی کا بیان ہے:

"آں حضرت ہر سال در ایامِ عرس حضرت خواجہ قدس سرہٗ بہ دہلی تشریف می بردند (حضرات القدس ص ۵۶)	آں حضرتؒ (مجدد) ہر سال حضرت خواجہؒ (باقی باللہ) کے عرس کے دنوں میں دہلی تشریف لے جاتے تھے۔

مسئلہ ۳۹ عرس بزرگاں امر مستحسن ہے محاذرات حضرات القدس

اور حضرات القدس کا بیان ہے کہ مجدد صاحبؒ زیارتِ قبور کو جاتے تھے، قبر کو بوسہ دینا ناجائز سمجھتے تھے مگر کبھی اپنے والد ماجد اور پیر و مرشد کے مزارات کو ہاتھ لگا کر چومتے تھے (ص ۱۰۰) قبر پر مراقبہ و توجہ کرتے تھے (ص ۹۳) مُردہ عزیزوں کو ایصالِ ثواب اور فاتحہ کے لیے کھانا پکواتے تھے:

می گفتند کہ روزے بہ روح یکے از فرزندانِ متوفائے خود طعامے برائے فقرا و درویشان تیار کردہ بودم (حضرات القدس ۱۰۱)
مکاشفہ ۱۸ صفحہ ۸۹

فرماتے تھے کہ ایک دن میں نے اپنے مرحوم بیٹوں میں سے ایک کی روح (کو ایصالِ ثواب) کے لیے فقرا اور درویشوں کے واسطے کھانا تیار کرایا تھا۔

مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمہ نے حضرت خواجہ خواجگان معین الدین حسن سنجری اجمیری علیہ الرحمہ کی درگاہ میں حاضری دینے کے لیے اجمیر کا سفر کیا، مزارِ خواجہؒ کے محاذ میں بہت دیر تک مراقبہ میں بیٹھے رہے، پھر اس مراقبے کی کیفیات بیان فرمائیں اور کہا:

حضرت خواجہ اعطاف و الطاف بسیار نمودند و از برکاتِ خاصۂ خود ضیافات بر ظہور آوردند وسخنانِ اسرار درمیان کردند (حضرات القدس ۱۰۵)
۸۹

حضرت خواجہ (اجمیریؒ) نے بہت نوازشیں فرمائیں اور اپنی خاص برکتوں سے ضیافت کا اظہار کیا اور راز کی باتیں کیں۔ مکاشفہ ۳۸

اسی زمانے میں حضرت خواجہ خواجگانؒ کے مزار کا سرپوش بدلا گیا تھا جو سال میں ایک بار تبدیل ہوتا ہے، پرانا سرپوش ممتاز مشائخ میں سے کسی کو یا بادشاہِ وقت کو پیش کر دیا جاتا تھا۔ خدامِ درگاہ وہ سرپوش لے کر حضرتِ مجدد کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اس کا حقدار آپ سے زیادہ کوئی نہیں۔ حضرت نے وہ چادر نہایت ادب سے وصول کی اور فرمایا کہ اس متبرک کپڑے کو ہمارے کفن کے لیے محفوظ رکھو۔ (حضرات القدس ۱۰۵)

حضرتِ مجددؒ خود فاتحہ دلاتے تھے، فاتحہ کا کھانا تقسیم کراتے تھے، محفلِ فاتحہ کہیں ہو تو اس میں شرکت کے لیے جاتے تھے۔

سماع و رقص کے بارے میں مجدد صاحبؒ نے فرمایا کہ بھی باوجود سے آسایش کی ضرورت ہوتی ہے تو ایک گروہ سماع و رقص میں خود کو مشغول رکھتا ہے، دوسرا تصنیف و

تالیف میں معروف ہو جاتا ہے (ص ۲۲۲) یعنی سماع و رقص کرنے والوں کو بھی "ضالّ و مضل وکافر و مشرک" جیسے الفاظ سے یاد نہیں کیا۔

حضرت مجددؒ کے فرزند خواجہ محمد صادقؒ کا انتقال اپنے والد کی حیات ہی میں ہوگیا تھا۔ مجدد صاحبؒ نے اُن کی قبر پختہ بنوائی اور اُس پر قبّہ بھی تعمیر کرایا۔ یہی نہیں اپنا مقبرہ بھی خواجہ محمد صادقؒ کے سرہانے کی طرف اپنی زندگی ہی میں بنوالیا تھا۔

"ایشان را در قبہ منورہ کہ آن حضرت قدس سرہ بالائے مزار فرزند بزرگوار خود اعنی خواجہ محمد صادقؒ تعمیر فرمودہ بودند نگاہ داشتند۔	آپ کو اُس نورانی قبّے میں جو آپ نے اپنے بڑے فرزند خواجہ محمد صادق کے سرہانے بنوایا تھا، رکھا گیا۔

(حضرات القدس ۲۰۹ ص ۱۹۱)

جمعہ کے دن درویشوں کے ساتھ خواجہ محمد صادقؒ کے مزار پر حلقہ بھی کرتے تھے (ص ۲۳۲)

اس سے زیادہ وضاحت سے کچھ لکھنے کا یہاں موقع نہیں۔ ان شواہد کی روشنی میں تو منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی "ضالّ و مضل (یعنی گمراہ اور گمراہ کرنے والے) کافر و مشرک" ہوئے۔

غیرتِ دین بہت اچھی صفت ہے مگر اُس میں بھی شدّت اور افراط ہو تو وہ تفریق و انتشار کا سبب بن جاتی ہے اور یہی اُس ہنگامے کا نتیجہ ہوا جو میلاد شریف، عرس، فاتحہ، نذر نیاز وغیرہ کو خلافِ شرع بلکہ شرک بتانے کے نام پر کیا گیا۔

قبر پر نذر ماننے یا اُس کی برکت سے حاجات طلب کرنے کا عمل صدرِ اسلام میں بھی ہو رہا تھا۔[1] حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا انتقال ۵۲ھ میں ہوا تھا، قسطنطنیہ میں مدفون ہیں، ابن سعد نے لکھا ہے:

لقد بلغنی انّ الروم یتعاھدون قبرہٗ ویزمّونہ ویستسقون بہ اذا قحطوا (الطبقات ۳/۴۸۵)	مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہلِ روم اُن کی قبر پر منت مانتے ہیں اُس کی مرمت کرتے ہیں اور جب سوکھا پڑے تو اُس کے واسطے سے پانی برسنے کی دعا کرتے ہیں

---

[1] اُم المومنین حضرت میمونہ بنت الحارثؓ کا انتقال سرف میں ہوا تھا اور وہ اپنے قبّے میں مدفون ہوئی تھیں ذالک قبرھا تحت السقیفۃ (۱۰/۱۳۳)

حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ نے کوئی نذر مانی تھی جسے پورا کرنے سے پہلے اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت سعدؓ کے سوال پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَقضِہٖ عَنھا (۳/۶۱۵) یعنی تم اُن کی طرف سے ادا کردو۔

جب والدہ کا انتقال ہوا تو حضرت سعدؓ موجود نہیں تھے، وہ آئے تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں اپنی ماں کے نام پر کچھ صدقہ وخیرات کروں تو انھیں اس کا نفع پہنچے گا؟ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ "ہاں"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اُنھوں نے اپنی والدہ کو ایصالِ ثواب کے لیے سبیل لگائی تھی۔ یہ کسی مسجد میں تھی اور اس سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی پانی پیتے تھے (۳/۶۱۵)

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک لنگر خانہ بھی فقراء ومساکین کے لیے قائم کیا تھا (۵/۲۰۸) خانقاہوں میں لنگر خانے کا بھی یہی مقصود ہے۔ اُنھوں نے موت کے وقت یہ بھی وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات (موئے مبارک اور ناخن) اُن کے کفن میں رکھے جائیں (۵/۳۰۶)

الواقدی ہمارے محدثین کے نزدیک معتبر راوی نہیں ہے مگر اس کے شاگرد ابن سعد کو محدثین نے بھی عموماً ثقہ مانا ہے۔ اُسے کسی نے کذب سے متہم بھی نہیں کیا ہے۔ اس کی تصنیف الطبقات الکبریٰ سیرۃ، تراجم صحابہ وتابعین اور صدرِ اسلام کی تاریخ کے موضوع پر بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے۔ مناسب ہوگا کہ صرف اسی ایک کتاب سے کچھ جھلکیاں عہدِ تابعین کی دکھادی جائیں۔

نجدی علماء نے مکہ اور مدینے سے تاریخِ اسلام کے سارے آثار مٹا دیے ہیں۔ ابن سعد کہتا ہے کہ عہدِ جاہلیت میں قُصَیّ بن کلاب مُزدلفہ میں آگ روشن کیا کرتے تھے۔ ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ "کانت تلک النار توقد علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان" (وہ آگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے تک جلائی جاتی تھی۔ (طبقات ۱/۲، طبع بیروت ۱۹۹۰ء)

آثار مٹانے کے جواز میں وہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے وہ

درخت کٹوا دیا تھا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان لی تھی۔ لیکن اس کا سبب یہ تھا کہ حج کے لیے آنے والوں نے اس درخت کے نیچے نفل پڑھنا معمول بنایا تھا حضرت عمرؓ کو یہ خدشہ ہوا کہ اسے کہیں ارکانِ حج میں شامل نہ کر لیا جائے، اور یہ بدعت ہی ہوتی۔ اس ایک مثال کے سوا جو بہت سے آثار محفوظ رکھے گئے اُن کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے:

لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والحلاق یحلقہ و طاف بہ اصحابہ ما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی ید رجل۔ (الطبقات ۲/۱۸۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نائی اُن کے سر کے بال مونڈ رہا تھا اور اصحاب آپ کے چاروں طرف تھے یہ کوشش کر رہے تھے کہ ہر موئے مبارک کسی شخص کے ہاتھ میں گرے۔

موئے مبارک کو بطور تبرک محفوظ کر لینے کی اور بھی روایات ملتی ہیں (مشلاً ۲/۵۰۶-۲/۵۴۹) حضرت سعد بن معاذؓ کی قبر کی مٹی لوگ بطور تبرک لے جاتے تھے (۳/۴۳۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات محفوظ رکھے تھے اور سفر میں بھی وہ اُن کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہؓ سے روایت ہے:

کان عبد اللہ بن مسعود صاحب سواد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سرہ و وسادہ یعنی فراشہ و سواکہ ونعلیہ وطھورہ وھذا یکون فی السفر۔ (الطبقات ۳/۱۵۳ - نیز بخاری (وضوء) ۱۹)

عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات تھے یعنی آپ کا تکیہ اور بچھونا، مسواک، نعلین مبارک، ظرفِ وضو۔ اور یہ چیزیں سفر میں بھی اُن کے ساتھ ہوتی تھیں۔

محمد بن سیرینؓ نے بیان کیا:

لما حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلک الحجۃ حلق فکان اول من قام اخذ شعرہ ابو طلحہ ثم قام الناس فاخذوہ (۲/۵۰۹)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حج (حجۃ الوداع) کیا تو حلق کرایا، اور سب سے پہلے آپ کے موئے مبارک ابو طلحہؓ نے لیے پھر دوسرے لوگوں نے لیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے موئے مبارک اور تراشے ہوئے ناخن بطور تبرک اصحاب کو عطا فرمائے جو بعد کے زمانے تک محفوظ رہے (۵۳۰/۳)

زیارت و اصلاحِ قبور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ مدینہ سے مکہ واپس آتے ہوئے الأبواء کے مقام پر رحلت فرما گئی تھیں وہیں مدفون ہوئیں:-

فلما مرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ الحدیبیۃ بالأبواء قال: إنّ اللہ قد أذن لمحمد فی زیارۃ قبر أمّہ، فأتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأصلحہ وبکی عندہ، وبکی المسلمون لبکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل لہ فقال: أدرکتنی رحمتھا فبکیتُ۔

(طبقات ۱/۱۱۷)

جب عمرہ حدیبیہ کو جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الابواء سے گزرے تو فرمایا، اللہ نے محمدؐ کو اجازت دی ہے کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کریں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والدہ ماجدہ کے مزار کے پاس آئے، اُس کی مرمت کرائی، اُس کے پاس بیٹھ کر روئے اور آپ کو روتا دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی رونے لگے، جب حضورؐ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے ماں کی شفقت محسوس ہوئی اس لیے میں رویا۔

حضرت حمزہؓ کے مزار پر حضرت فاطمہؓ جاتی تھیں اور اُس کی مرمت کراتی تھیں [1] کانت فاطمۃ تأتی قبرہ وترمّہ وتصلحہ (طبقات ۱۹/۳)

حضرت عثمان بن مظعونؓ مدینہ میں وفات پانے والے پہلے صحابی تھے اُن کی قبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر رکھا تھا اور علامت کے لیے "وعندہ شیئ مرتفع کأنہ علم" اور اس کے پاس کوئی اونچی سی چیز تھی جیسے جھنڈا ہو۔ (۳۹۸/۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے قبل ہی البراء بن معرور انصاریؓ کی

---

[1] اور آج میدانِ اُحد میں جاکر دیکھیے تو بقول میرؔ: مدت سے شہر دل کا ویران ہو رہا ہے ، جائے نظر جہاں تک میدان ہو رہا ہے ایسی کچھ پتھر کے ڈھیلے رکھے ہوئے ہیں، واقف کار لوگ ان کی طرف اشارہ کر کے بتاتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ اس جگہ دفون ہیں۔ محو سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہراؓ کا مزار ایک مشت خاک سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ کیسی توحید ہے کہ اپنے تاریخی آثار بھی مٹا دیے جائیں، اسے تو کچھ اور نام دینا چاہیے۔

وفات ہوگئی تھی۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے اصحاب کو ساتھ لے کر اُن کی
قبر پر گئے، صف بنا کر بیٹھے اور فرمایا: اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَ ارْحَمْهُ وَ ارْضَ عَنْهُ وَقَدْ فَعَلْتَ
(۳/۴۰) مسلمان اموات کو ایصالِ ثواب کے لیے جمع ہونا بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔

یہ مثالیں اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کے عہد کی ہیں جسے
خیر القرون کہا جاتا ہے اگر یہ سخت گیر فتوے ہی اصلِ شریعت ہیں تو سابقین کا ایمان اور اعمال
سب مشکوک ہو جاتے ہیں۔

قبر پر چادر چڑھانے کو بھی حرام اور ناجائز بتایا جاتا ہے۔ ابراہیم النخعی کی روایت ہے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ علیہ السلام مَدَّ عَلٰی قَبْرِ سَعْدٍ ثَوْبًا اَوْ مُدَّ وَهُوَ شَاهِدٌ۔
(طبقات ۳/۴۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کی قبر پر کپڑا پھیلایا یا کسی اور نے پھیلایا آپ دیکھتے رہے۔

یہ صحیح ہے کہ چادر چڑھانا ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے، مگر اسے حرام کہنا بھی ضرورت سے
زیادہ سختی ہے۔

حضرت عباد بن عبد اللہ الزبیرؒ کی روایت ہے:

مَدَدْنَا عَلٰی قَبْرِ عَائِشَةَ ثَوْبًا وَحَمَلْنَا جَرِيْدًا فِيْهِ خَرْقٌ وَ دَفَنَّاهَا لَيْلًا بَعْدَ الْوِتْرِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ (الطبقات ۸/۵۰)

ہم نے حضرت عائشہؓ کی قبر پر کپڑا پھیلایا اور (کھجور کی) شاخیں اٹھائیں جن میں سوراخ تھے انھیں رات کو وتر کے بعد ماہ رمضان میں دفن کیا

حضرت محمد بن المنکدرؒ کی روایت ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کا انتقال ہوا تو گرمی کا
موسم تھا، اُن کی قبر تیار کی جا رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے وہاں شامیانہ لگوا دیا (۸/۱۱۲)۔ پھر حضرت
عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں الحکم بن ابی العاصؓ کا انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ نے بھی شامیانہ
لگوایا، اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں حضرت عثمانؓ نے کہا: لوگ شر کی طرف
کتنی جلدی لپکتے ہیں اور ایک، دوسرے کی نقل کرنے لگتے ہیں۔ کیا تمھیں معلوم ہے عمر بن
الخطابؓ نے زینبؓ بنت جحش کی قبر پر شامیانہ لگوایا تھا، لوگوں نے کہا: جی ہاں، حضرت عثمانؓ نے کہا:
کیا اُس وقت کسی نے اعتراض کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔

یہ دونوں شامیانے اس غرض سے لگائے گئے تھے کہ قبر تیار کرنے والوں کو موسم کی شدت اور دھوپ سے بچائیں۔ اگر اسی غرض سے مزار پر فاتحہ پڑھنے والوں کے لیے کوئی سایہ کر دیا جائے تو اُس میں کیا قباحت ہے؟

حضرت زینب بنت جحشؓ کی قبر پر چادر بھی چڑھائی گئی اُس وقت حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ قبر کے کنارے کھڑے ہوئے تھے (الطبقات ۸/۱۱۳)

بعض بزرگوں کے مزار کو غسل دیا جاتا ہے اس کی قرونِ اولیٰ میں بھی متعدد مثالیں ملتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو:

أمر رسولُ الله بحجرٍ فوُضِعَ عندَ قبرِهِ ورُشَّ عليهِ الماء (طبقات ۱/۳۳۲) ے	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کی قبر پر پتھر رکھا جائے اور اُس پر پانی بھی چھڑکا گیا۔

مکے اور مدینے کی رسم تدفین میں فرق تھا۔ أهلُ مكّة يشقّون وأهلُ المدينة يلحدون (۲/۲۹۵) ابوطلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد تیار کی، اور دفن کے بعد قبر پر اینٹیں رکھی گئیں۔ حضرت علی بن حسینؓ سے روایت ہے: نُصِبَ على لَحدِهِ اللَّبِنُ نصباً (۲/۲۹۹) ابن عباسؓ کا قول ہے کہ قبر کے اندر ایک سرخ چادر قطيفةٌ حمراء (۲/۲۹۹) بچھائی گئی جو آپ پہنا کرتے تھے۔ حضرت حسنؓ کی روایت یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

أفرِشوا لي قطيفتي في لحدي فإنّ الأرضَ لم تُسلَّط على أجسادِ الأنبياء (۲/۳۰۰) میری لحد میں چادر بچھا دینا، زمین انبیاء کے جسموں کے اوپر غالب نہیں آتی ہے۔ دفن کے بعد قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا (۲/۳۰۶) مدفنِ مبارک اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبریں بھی زمین سے قدرے اونچی بنائی گئیں۔ جُعِلَ على قبرِهِ شيءٌ مُرتفِعٌ مِنَ الأرضِ حتّى يُعرَفَ أنّهُ قبرٌ (۲/۳۰۶) آج جنت المعلیٰ (مکہ) اور جنت البقیع (مدینہ) میں بیشتر قبریں زمین کے برابر کر دی گئی ہیں۔ مزار پر سرخ کنکریاں ڈالی گئیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں مرمت بھی کی گئی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے ایک جُبّہ نکالا اور کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جسے آپ پہنا کرتے تھے، آپ کے انتقال کے بعد یہ حضرت عائشہؓ کے پاس رہا، حضرت عائشہؓ کی وفات ہوئی تو میں نے اُسے اپنے قبضے میں لے لیا۔ جب کوئی مریض ہوتا تھا

ے طبقات ابن سعد اردو صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ

تو ہم اِس کا دھوون اُسے پلاتے تھے (طبقات ۱/۴۵۳) آپؐ کا لباس اور حضرمی چادر بھی مدت تک محفوظ رہی جسے خلفاء عیدین کے دن پہنا کرتے تھے (۱/۴۵۸) حضرت انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک محفوظ رکھے تھے (۱/۴۰۸) یہ ۱۱۰ھ یعنی تقریباً سو برس بعد بھی فاطمہ بنت عبید اللہ بن عباسؓ کے پاس محفوظ تھے (۱/۴۰۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس تھا جسے اپنے ہاتھ میں لے کر وہ جمعہ اور عیدین کے خطبے پڑھتے تھے (۵/۲۹)

یہ اعتراض بہت عام اور فرسودہ ہے کہ صدرِ اسلام میں نہ تصوف تھا نہ صوفی تھے۔ اِس کے جواب میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں صرف ایک حوالہ ہی کافی ہو گا۔ حضرت مالک بن انسؒ کی روایت ہے :

"کان زیاد (بن ابی زیاد) مولیٰ ابن عیاش رجلاً عابداً معتزلاً لا یزال یکون وحدہ یذکر اللہ و کانت فیہ لکنۃ و کان یلبس الصوف ولا یاکل اللحم" (۵/۳۰۵)

زیاد بن ابی زیاد مولیٰ ابن عیاش عبادت گزار خلوت نشین اور تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والے شخص تھے اُن کی زبان میں لکنت تھی۔ صوف کا لباس پہنتے تھے اور گوشت نہیں کھاتے تھے۔

۲

حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات منبع برکات اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی اُن کی مبارک زندگی کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ وہ پارس کے پتھر کی سی تاثیر رکھتے تھے، جسے اُن کی خدمت نصیب ہوگئی وہی کندن بن گیا اُن کی ذات سے چشتی صابری امدادی سلسلۂ طریقت کا فیضان ہندوستان سے باہر حجاز، ترکی اور شمالی افریقہ تک پہنچا۔ برصغیر پاک و ہند میں سیکڑوں مشائخ اور علما کو اُن سے روحانی فیض حاصل ہوا۔ اُن باکمال خلفا اور مسترشدین نے علوم ظاہری اور تربیت باطنی دونوں میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

نسب اور خاندان

حضرت حاجی صاحبؒ کا آبائی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (اترپردیش) ہے اُن کے والد ماجد کا اسم گرامی حافظ محمد امینؒ تھا، والدہ ماجدہ حضرت بی بی حسینیؒ (متوفیہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) بنت شیخ علی محمد صدیقی تھیں، جو قصبہ نانوتہ (ضلع سہارنپور) سے تعلق رکھتی تھیں۔

حاجی صاحب کا نسب ددھیال کی طرف سے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور ننھیال کی جانب سے خلیفۂ اول امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ [1]

ولادت

حضرت حاجی صاحبؒ چہارشنبہ ۲۲ صفر المظفر ۱۲۳۳ھ/۳۱ دسمبر ۱۸۱۷ء کو اپنے ننھیال (نانوتہ) میں پیدا ہوئے [2] والد ماجد نے اپنے تیسرے فرزند کا نام امداد حسین رکھا تھا۔

---

[1] امداد المشتاق (مرتبہ: نثار احمد فاروقی، ۲۰۰۰ء) ص ۹
حضرت کے شجرے میں ۱۵ویں پشت میں فرخ شاہ کابلی کا نام بھی آتا ہے۔ رسالہ النور (تھانہ بھون) رمضان، شوال ۱۳۴۳ھ/اپریل، مئی ۱۹۲۵ء میں فرخ شاہ کے نسب پر بحث کی گئی تھی اور اُن کے سلسلے میں حضرت ابراہیم ادھم کا ذکر ہونا ثابت کیا گیا تھا۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ (ف ۶۶۴ھ) اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (ف ۱۰۳۴ھ) کا شجرۂ نسب بھی اوپر جاکر مل جاتا ہے۔ شجرے کے ناموں کی ترتیب یا تعداد میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس پر بحث (ابھی حال) تحقیق حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف مقامات خیر میں کی ہے۔

[2] حیات امداد میں ۱۲۳۳ھ کو مطابق ۱۸۱۷ء لکھا ہے جو غلط ہے۔ ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ کو ۳۱ دسمبر ۱۸۱۷ء یا یکم جنوری ۱۸۱۸ء کے مطابق ہونا چاہیے۔ دن بھی دوشنبہ نہیں، چہارشنبہ یا پنجشنبہ ہوگا۔

بعد کو حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (ف ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء) نے تبدیل کر کے امداد اللہ تجویز کیا۔ ظفر احمد آپ کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۳۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔

حاجی صاحبؒ کے دو بڑے بھائی ذوالفقار علی اور فدا حسین تھے، ایک بھائی بہادر علی اور ایک ہمشیرہ وزیر النسا اُن سے چھوٹی تھیں۔

تعلیم

ابھی آپ سات سال کے تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) اُنھوں نے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ اِس تیسرے بچے پر سختی اور ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے، پڑھنے کے لیے بھی مارا نہ جائے۔ اُن کی وصیت کا پاس کرتے ہوئے کسی نے حضرت کی تعلیم کے لیے زیادہ سختی نہیں کی۔ آپ نے عربی فارسی کی ابتدائی درسی کتابیں اپنے وطن میں ہی پڑھیں، پھر قرآن شریف حفظ کیا، اور کچھ درسی کتابیں پڑھیں، مگر تعلیم ادھوری رہ گئی اس لیے کہ خدا کو اُن کی ذات میں علم لدنی کا جمال دکھانا تھا آپ نے مثنوی مولانا روم کا درس حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے نواسے اور شاگرد شاہ عبدالرزاق جھنجھانویؒ (متوفی ربیع الاول ۱۲۹۲ھ اپریل ۱۸۷۵ء) سے لیا، پھر خود حاجی صاحبؒ نے مدت العمر طلبہ کو مثنوی مولانا روم کا درس دیا اور اُس کی شرح میں ایسے ایسے نکتے بیان فرماتے تھے جو ایک صاحب حال کی زبان سے نکل سکتے ہیں۔ اُن کی لکھی ہوئی شرح مثنوی مطبع نامی کانپور سے چھپی بھی تھی۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی شرح "کلیدِ مثنوی" میں جا بجا حاجی صاحبؒ کے بیان کردہ نکات درج کر دیے ہیں۔

اپنی تعلیم کے بارے میں خود فرماتے تھے: "بھائی ہم نے ایک باب اور دیباچہ گلستاں کا اور ایک باب بوستاں کا اور کچھ مفید نامہ اور کچھ دستور المبتدی اور چند ورق زلیخا کے پڑھے تھے اور حصن حصین مولوی قلندر سے پڑھی بعد میں شوق ورد و وظائف کا ہوا۔"

قرآن شریف کا حفظ ختم کرنے میں بھی کچھ رکاوٹ آتی رہی اور اس کی تکمیل ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں ہو سکی[1]۔ ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء کے لگ بھگ کسی زمانے میں آپ مولوی مملوک العلی (ف ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ/ ۷ اکتوبر ۱۸۵۱ء)

---

[1] امداد المشتاق میں لکھا ہے "کچھ ایسے موانع پیش آتے گئے کہ نوبت تکمیل حفظ کی نہ پہنچی یہاں تک کہ بتوفیق الٰہی (۱۲۵۸ھ/۴۳-۱۸۴۲ء) بارہ سو اٹھاون ہجری میں چند دنوں میں یہاں اس کی تکمیل ہو گئی" (ص ۹) اور لفظ "یہاں" پر حاشیہ لکھا ہے: "یعنی مکہ معظمہ میں۔"
مگر اسی کتاب میں آگے چل کر لکھا ہے کہ "پنجم ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ بارہ سو اکسٹھ ہجری کو بمقام بندر لیہ کر ←

کے ہمراہ دہلی آئے اور یہاں بعض اساتذہ سے چند نصابی کتابیں پڑھیں۔ رسالہ تکمیل الایمان (مصنفہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ) کا درس مولوی رحمت علی تھانوی سے لیا، کچھ دنوں تک مشہور خطاط میر محمد پنجہ کش دہلوی (شہادت ۱۲۵۰ھ) سے خوشنویسی بھی سیکھی تھی۔

اٹھارہ اُنیس سال کی عمر میں حدیث شریف کے مطالعے کا ذوق پیدا ہوا تو مشکوٰۃ کا ایک چوتھائی حصہ مولانا محمد قلندرؒ محدث جلال آبادی سے پڑھا۔ اُن سے ہی کافیہ کا درس بھی لیا۔ فقہ میں حصن حصین اور فقہ اکبر مولانا عبد الرحیم نانوتویؒ سے پڑھیں۔

کتابی علم تو حضرت کا بس اتنا ہی تھا مگر قرآنی آیات، احادیث، مثنوی مولانا روم کے اشعار اور وحدت الوجود کے مسائل کی تشریح نیز سلوک کی اصطلاحوں کی تشریح میں ایسے چٹکلے اور لطیف نکتے بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے عالموں کو حیرت ہوتی تھی۔ ایک بار مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے سامنے کسی نے کہہ دیا کہ "حاجی صاحب عالم تو نہیں تھے۔" مولانا نانوتوی کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا: "عالم کیا ہوتا ہے، وہ عالم گر تھے۔"

حاجی صاحبؒ کا نام ہی سن کر مولانا اشرف علی تھانویؒ وجد میں آجاتے تھے۔ ایک بار کسی نے پوچھا: "آخر حاجی صاحبؒ کے پاس کیا ہے جو لوگ علماء کو چھوڑ کر اُن کی خدمت میں جاتے ہیں۔" مولانا تھانویؒ نے کہا: "ہمارے پاس الفاظ ہیں اور وہاں معانی ہیں۔"

ابھی آپ کی تعلیم پوری نہ ہوئی تھی کہ طبیعت کا میلان سلوک و تصوف کی طرف ہوا اور آپ نے شاہ نصیر الدین نقشبندیؒ کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کر لی۔ انھیں حضرت شاہ محمد آفاق مجددی نقشبندیؒ سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ وہ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے شاگرد اور داماد ہیں۔ شاہ محمد اسحاق حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد ہیں۔

راہِ سلوک میں

حاجی صاحبؒ نے شاہ نصیر الدینؒ کی خدمت میں رہ کر کچھ دنوں تک سلسلہ نقشبندیہ کا سلوک طے کیا۔ مگر ابھی روحانی تشنگی باقی تھی اور تکمیل سلوک کا تقاضا طبیعت میں موجود تھا۔ ایک رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت

---

* مفصل بندر جدہ کے بے جہاز سے اترے...... اور جہاز کو ہی حج بجا لائے" (ص ۱۱) اس سے ظاہر ہے کہ پہلا سفر حجاز ۱۲۶۱ھ میں ہوا تھا۔ اگر تکمیل حفظ حجاز میں ہوئی تو اُس کا سنہ ۱۲۶۱ھ ہونا چاہیے۔ حیات امداد (ص ۱۵) میں تکمیل حفظ کا سنہ ۱۲۵۰ھ لکھی ہے جو درست نہیں۔

مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں پہنچ گئے ہیں، مگر رعب ایسا غالب ہے کہ قدم نہیں اٹھ رہے ہیں۔ اُس وقت آپ کے جدِّ امجد حافظ بلاقی صاحبؒ تشریف لائے ہیں اور انھوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیا ہے۔ آں حضرتؐ کے پاس میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ حاضر ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حاجی صاحبؒ کو اُن کے حوالے کر دیا ہے۔

اُس وقت تک آپ نے میاں جی نور محمدؒ کو دیکھا بھی نہ تھا، نہ اُن کی شخصیت سے کوئی تعارف تھا۔ کئی سال تک اِسی کشمکش میں رہے کہ وہ شخصیت کون تھی جس سے بیعت کرنے کا خواب میں اشارہ ملا تھا۔

میاں جی نور محمدؒ کی خدمت میں

جس زمانے میں آپ مولانا محمد قلندرؒ جلال آبادی کی خدمت میں جایا کرتے تھے، انھوں نے ایک دن فرمایا تھا کہ قریب ہی موضع لوہاری میں میاں جی نور محمد ہیں، اُن سے ملو تو شاید تمھارا مقصود حاصل ہو جائے۔ آپ پیدل ہی لوہاری کی طرف روانہ ہو گئے اور اُس مسجد میں پہنچے جہاں میاں جی نور محمد بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ جیسے ہی اُن کے چہرۂ مبارک پر نظر پڑی آپ کو اپنے خواب کی تعبیر سمجھ میں آگئی، فوراً اُن کے قدموں میں گر پڑے۔ میاں جی نے دونوں ہاتھوں سے آپ کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور بس اتنا کہا: "تمھیں اپنے خواب پر پورا یقین ہے؟"

میاں جی نور محمد جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر) میں ۱۲۰۱ھ/ ۱۷۸۶–۸۷ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ حضرت شاہ عبدالرزاق علوی جھنجھانوی شاہ العالمینؒ (متوفی ۲۳ ذی الحجہ ۹۴۹ھ/ ۳۱ مارچ ۱۵۴۳ء) کی نویں پشت میں ہیں۔ میاں جی کے والد جمال محمد میاں علوی ایک متوسط درجے کے زمیندار تھے۔ میاں جی نے بچپن ہی میں قرآن شریف حفظ کیا۔ آغازِ شباب میں تحصیلِ علم کے لیے دہلی کا سفر کیا۔ مگر اس کا علم نہیں کہ وہاں کون سی کتابیں پڑھیں اور کن علماء سے استفادہ کیا۔

قیاس یہ چاہتا ہے کہ اُس وقت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (ف ۱۲۳۹ھ/۲۴-۱۸۲۳ء) کی مسند درس آراستہ تھی اور اُن کے افادۂ علمی کا ہر طرف غلغلہ تھا، آپ بھی اُن کے حلقۂ درس سے وابستہ رہے ہوں گے۔

ل برائے تفصیل: نسیم احمد علوی، نور محمدی (شائع کردہ مدرسہ نور محمدیہ جھنجھانہ)

دہلی میں میاں جی پیپل والی مسجد میں رہتے تھے جس کا محل وقوع زینت المساجد (دریا گنج دہلی) کے قریب بتایا گیا ہے۔ دہلی سے واپس آنے کے بعد آپ نے قصبہ لوہاری کی ایک مسجد میں بیٹھ کر بچوں کو قرآن کریم اور فارسی کی تعلیم دینا شروع کیا۔ اس کے لیے آپ کو دو روپے ماہانہ معاوضہ ملتا تھا اور دونوں وقت کا کھانا ایک متمول خاتون اقبال بیگم کے گھر سے آتا تھا جمعہ کا دن آپ جھنجھانہ جا کر اپنے گھر میں گزارتے تھے جو محلہ پیر زادگان متصل نیلا روضہ میں چشتی مسجد کے قریب واقع تھا۔

میاں جی نور محمد کو حضرت شاہ عبد الرحیم فاتلی ولایتیؒ (شہادت: ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ مئی ۱۸۳۱ء) سے بیعت تھی لہ انھیں قیوم زمانی حضرت خواجہ شاہ عبد الباری چشتی امروہویؒ (ف ۱۱- شعبان ۱۲۲۶ھ/ ۳۰ اگست ۱۸۱۱ء مدفن امروہہ) سے اجازت تھی اور حضرت شاہ عبد الباریؒ اپنے دادا حضرت خواجہ شاہ عبد الہادی چشتی امروہویؒ (ف ۴ رمضان ۱۱۹۰ھ/ ۱۸- اکتوبر ۱۷۷۶ء یوم جمعہ) کے خلیفہ اور پہلے سجادہ نشین تھے۔

میاں جی نور محمدؒ پستہ قد، دبلے پتلے تھے، رنگ گندمی تھا، آنکھیں اوسط درجے کی تھیں، نیلا تہمد باندھتے تھے، گیروا کرتا پہنتے تھے، دو پلی ٹوپی تھی۔ لوہاری سے جھنجھانے کا سفر عموماً گھوڑی پر بیٹھ کر ہوتا تھا۔

حاجی صاحبؒ نے میاں جی کی خدمت میں رہ کر خاص طور پر سلسلہ چشتیہ صابریہ امدادیہ کے سلوک کی تکمیل کی دوسرے سلاسل کی بھی عمومی اجازت ملی مگر سلسلہ چشتیہ صابریہ کی خلافت و

لہ حضرت حاجی عبد الرحیم فاتلیؒ کو نانوتہ یا امروہہ سے نامزد کر کے سید احمد شہید رائے بریلویؒ کی تحریک جہاد میں شرکت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ وہ پنجتار علاقہ بالاکوٹ میں جہاد کرتے ہوئے سید احمد رائے بریلویؒ اور مولانا محمد اسماعیلؒ کے ساتھ ہی شہید ہوئے تھے۔ یہ چاہتا ہے کہ حضرت شاہ عبد الرحیمؒ سے میاں جی کی ملاقات دہلی میں ہوئی ہوگی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا:

"مومن خاں صاحب مومنؔ دہلوی مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار چند حضرات حضرت شاہ عبد العزیزؒ سے حدیث پڑھ رہے تھے۔ ذکر اولیاء اللہ کا آگیا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا، اب کوئی ایسا ہے، شاہ صاحب نے فرمایا کہ "پرسوں ہمارے پاس فلاں جگہ کا ایک شخص مسئلہ دریافت کرنے آئے گا، وہ مرد کامل ہے، اور سمت اور وقت بھی متعین کر دیا۔ ہم لوگ روز موعود میں زینت المساجد میں کہ کنارے جمنا کے واقع ہے اُن کے اشتیاق میں بیٹھے تھے۔ وقت مقررہ پر دریا کے کنارے اُس جگہ سے ایک بزرگ نمودار ہوئے اور سب اُن کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہ بزرگ شاہ عبد الرحیم ولایتیؒ تھے۔

اجازتِ فاتحہ مرحمت فرمائی۔

خلافت دیتے ہوئے میاں جی نے (بطورِ امتحان) پوچھا: "کیا چاہتے ہو؟ تسخیر یا کیمیا؟ جو تمہیں مطلوب ہو وہ دوں۔" حاجی صاحبؒ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا: "حضرت میں نے آپ کا دامن دنیا کی طلب میں نہیں، خدا کی تلاش کے لیے تھاما ہے اور وہی میرے لیے بس ہے۔" میاں جی بہت خوش ہوئے، بلند ہمتی کی داد دی اور آپ کے لیے بہت سی دعائیں دیں۔

میاں جی نور محمدؒ کا انتقال چہار شنبہ ۴۔ رمضان ۱۲۵۹ھ/ ۲۷ ستمبر ۱۸۴۳ء کو ہوا ان کے دوسرے ممتاز خلیفہ حضرت حافظ محمد ضامنؒ ہیں جو ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ/ ۱۳ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حکیم ضیاء الدین انصاریؒ ساکن رامپور منہیاران (ف ۲۸ رمضان ۱۳۱۳ھ/ ۱۲ مارچ ۱۸۹۶ء) مصنف رسالہ "مونسِ مہجوراں" کو حافظ صاحب سے ہی بیعت و اجازت تھی۔

مرشد کے بعد میاں جی نور محمدؒ کے انتقال کے بعد آپ پر وحشت کا غلبہ ہوا اور آبادی سے دور ویرانوں میں رہنے لگے کچھ زمانہ پنجاب کے جنگلوں میں گزارا جہاں کئی کئی دن کا مسلسل فاقہ بھی ہو جاتا تھا۔ اسی زمانے میں بہت سے اسرار بھی آپ پر مکشوف ہوئے اور بزرگانِ سلسلہ سے بشارتیں بھی ملیں۔ ایک دن آپ نے مراقبے کی حالت میں خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین حسن سجزی اجمیریؒ (ف ۶۳۴ھ) کو دیکھا کہ فرماتے ہیں: "ہم نے تمہارے ہاتھوں سے زرِ خطیر کا خرچ مقرر کیا ہے۔" یہ سن کر حاجی صاحبؒ رونے لگے اور عرض کیا کہ "میں نے آپ کے مبارک قدم اس لیے نہیں پکڑے ہیں اور میں اس ذمہ داری کے تحمل کی طاقت بھی نہیں رکھتا، مجھے تو آپ کے معارف کا ایک ذرہ بھی عطا ہو جائے تو وہی کافی ہے۔" حضرت خواجہؒ نے تسلی دی اور فرمایا کہ "تمہاری کوئی دنیوی حاجت بند نہ رہے گی۔"

اسی دن حاجی صاحبؒ مولانا قطب علی جلال آبادیؒ کی والدہ ماجدہ کی فاتحہ میں تشریف لے گئے تو وہ بہت اخلاق سے پیش آئے اور اپنا خواب بیان کر کے مبارک باد دی جس میں خواجگانِ چشت نے حاجی صاحبؒ کے حق میں ایسی ہی بشارت دی تھی۔

پہلا سفرِ حج صحرا نوردی اور جذب کی یہ کیفیت تقریباً چھ ماہ تک جاری رہی[1] (۱۲۵۹ ہجری/ ۱۸۴۳ء) اسی زمانے میں آپ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آں حضرتؐ نے فرمایا: تم ہمارے پاس آؤ۔ آنکھ کھلی تو مدینہ طیبہ دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ زادِ راہ کی فکر کیے بغیر آپ سفرِ حجاز پر روانہ ہو گئے۔ ۵ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ/ ۵ دسمبر ۱۸۴۵ء کو جمعرات کے دن بندر لیس پر جہاز سے اُترے جو بندر جدہ کے پاس واقع ہے یہاں سے سیدھے میدانِ عرفات کی طرف گئے اور سب ارکانِ حج ادا کیے۔

ان دنوں مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی مہاجر مکیؒ اور مولانا سید قدرت اللہ بنارسیؒ بھی مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔ ان حضرات سے علمی و روحانی استفادہ کیا۔ مولانا محمد اسحاقؒ نے فرمایا کہ فی الحال مصلحت یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی زیارت کر کے ہندوستان واپس چلے جاؤ پھر ان شاء اللہ تمام تعلقات قطع کر کے یہاں آؤ گے۔ آپ کو مولانا قدرت اللہ بنارسی نے اپنے بدوی مریدوں کی نگرانی میں مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے روانہ کیا۔

مدینہ منورہ میں آپ کی ملاقات شاہ غلام مرتضیٰ جھنجھانوی اور شاہ گل محمد خان رامپوری سے بھی ہوئی۔ اسی سفر میں آپ نے زید زین الدینؒ سے حزب البحر کی اجازت حاصل کی۔ آپ کے نقل کردہ نسخہ حزب البحر پر یہ عبارت درج تھی:

اجازت این حزب البحر از زید زین الدین بن محمد از اولاد حضرت خواجہ ابو الحسن شاذلیؒ بتاریخ ہفدہم ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ روز یکشنبہ بمقام مکہ رسیدہ گرفتہ شدہ است۔

اس حزب البحر کی اجازت زید زین الدین بن محمد سے جو خواجہ ابو الحسن شاذلیؒ کی اولاد میں ہیں ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ روز یکشنبہ کو مکہ کے مقام پر جا کر حاصل کی گئی ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے پہلے حج کی تاریخ کے تعین میں خاصا التباس ہوا ہے۔ اجازت حزب البحر کی یہ تحریر خود حاجی صاحب کے قلم سے ہے اور تقویم سے بھی ثابت ہے کہ

---

[1] جذب اور صحرا نوردی کی یہ روایت امداد المشتاق میں درج ہوئی ہے۔ اگر یہ کیفیت میاں جی نور محمدؒ کے وصال کے بعد پیدا ہوئی تو رمضان ۱۲۵۹ھ سے ربیع الاول ۱۲۶۰ھ تک چھ ماہ کی مدت پوری ہوتی ہے اور ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ میں آپ حجاز مقدس میں موجود ہیں جیسا کہ حزب البحر کی اجازت سے ظاہر ہوتا ہے اس لیے میرا خیال ہے کہ سفر حجاز ۱۲۶۱ھ میں نہیں بلکہ تقریباً ربیع الاول ۱۲۶۰ھ میں ہوا ہوگا۔

۱۰ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ کو اتوار کا دن تھا (مطابق ۵ مئی ۱۸۴۴ء) مگر امداد المشتاق میں لکھا ہے
کہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ کو بندر لیس پر اترے اور سیدھے میدانِ عرفات کی جانب گئے۔
(۱) اگر ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ میں حجاز مقدس پہنچے تو ۱۲۶۰ھ میں اجازت حزب البحر کیسے مل گئی؟
(۲) اگر ۱۲۶۰ھ کو صحیح مانا جائے تو آپ ربیع الثانی میں حجاز پہنچ چکے تھے۔ حج اس کے آٹھ ماہ کے بعد ہوا ہوگا۔ یہ آٹھ ماہ آپ نے مکۂ معظمہ میں گزارے۔ اندریں صورت یہ صحیح نہیں کہ بندر لیس پر اتر کر سیدھے میدان عرفات کی جانب چلے گئے۔
(۳) یہ بھی ممکن ہے کہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۵۹ھ/۲۶ دسمبر ۱۸۴۳ء کو آپ بندر لیس پر اترے ہوں اور اسی سال کے حج میں شرکت کی ہو، پھر واپسی کے وقت حزب البحر کی اجازت حاصل کی (۱۲۶۰ھ) اسی سال ہندوستان کو واپسی ہوئی اندریں صورت یہ بیان غلط ہو جاتا ہے کہ آپ کی واپسی ۱۲۶۲ھ میں ہوئی۔

چند ممتاز خلفاء

بہرحال یہ ثابت ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے سفرِ حج سے واپسی کے بعد بیعت لینا شروع کیا۔ اسی زمانے میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ت ۱۳۲۳ھ) مرید ہوئے اور خلافت و اجازت حاصل کی۔ ان کے بعد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (ت ۱۲۹۷ھ) نے بیعت کی۔

دوسرے ممتاز علماء اور صوفیہ اور مشائخِ سلسلہ جن کو حاجی صاحبؒ سے بیعت و اجازت کی سعادت نصیب ہوئی ان کی ایک نہایت سرسری فہرست یہ ہے[1]:

(۱) الحاج مولانا انوار اللہ خان فضیلت جنگؒ (بانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد و استادِ والیِ حیدرآباد)
(۲) مولانا عبد السمیع بیدلؒ رامپوری (ت محرم ۱۳۱۸ھ/یکم مئی ۱۹۰۰ء مدفن میرٹھ)
(۳) مولانا صوفی محمد حسین چشتی الٰہ آبادیؒ (ت رجب ۱۳۲۲ھ/۱۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء مدفن اجمیر)
(۴) حضرت صوفی مہر علی شاہ چشتی نظامیؒ (گولڑہ، پاکستان) ت ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ/۱۱ مئی ۱۹۳۷ء
(۵) حضرت شاہ محمد سلیمان پھلوارویؒ (پھلواری، بہار) ت ۲ صفر ۱۳۵۴ھ/۲۱ مئی ۱۹۳۵ء

---

[1] امداد المشتاق (مرتبہ شاہ احمد فاروقی) کے مقدمے میں حاجی صاحب کے ممتاز خلفاء و مجازین کی فہرست دی گئی ہے۔ مکمل تو وہ بھی نہیں ہے مگر قدرے مفصل ہے۔ اس سے رجوع کیا جائے۔

(۶) مولانا فیض الحسنؒ سہارنپوری (ف ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ/ ۵ فروری ۱۸۸۷ء)

(۷) مولانا احمد حسنؒ کانپوری (ف ۱۳۲۲ھ/ ۰۴ — ۱۹۰۵ء)

(۸) مولانا اشرف علی تھانویؒ (ف ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ/ ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء بروز چہارشنبہ)

(۹) مولانا محمود حسنؒ دیوبندی (ف ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ/ ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء)

(۱۰) مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (ف ۳ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ / ۲۱ دسمبر ۱۸۸۴ء مدفن نانوتہ)

(۱۱) مولانا احمد حسن محدث امروہویؒ (ف ۱۳۳۰ھ/ ۱۸ مارچ ۱۹۱۲ء مدفن امروہہ)

(۱۲) حکیم ضیاء الدین انصاریؒ (ولادت ۲۷ رمضان ۱۲۴۲ھ/ ۲۳-اپریل ۱۸۲۷ء وفات ۲۸ رمضان ۱۳۱۳ھ/ ۱۳ مارچ ۱۸۹۶ء/ مدفن رامپور منیہاران ضلع سہارنپور) لہ

(۱۳) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (ف ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ/ ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء پنجشنبہ مدفن دیوبند)

(۱۴) مولانا کرامت اللہ دہلویؒ (ف ۱۹۲۸ء) مدفن درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ

(۱۵) مولانا محمد افضل ولایتیؒ (مدفن آگرہ) ف ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ/ ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء

(۱۶) مولانا محی الدین خاطر میسوریؒ

(۱۷) مولانا محی الدین مرادآبادیؒ ف ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ/ مئی ۱۹۲۹ء - مدفن مرادآباد

(۱۸) مولانا محمد حسنؒ پانی پتی

(۱۹) مولانا عبدالرحمٰن صدیقی سہروردیؒ (ف ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۶ھ/ ۳ مئی ۱۹۲۸ء مدفن امروہہ)

(۲۰) مولانا محمد شفیع نورنگ آبادیؒ

(۲۱) مولانا صفات احمد غازی پوریؒ

(۲۲) مولانا محمد یوسف تھانویؒ (فرزند حافظ محمد ضامنؒ شہید)

(۲۳) مولانا عنایت اللہ بالویؒ (ف ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء مدفن بمبئی)

(۲۴) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ف ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء)

لہ مولانا احمد حسن محدث امروہویؒ کے ایک خط موسومہ حضرت مولانا عبدالغنی پھلاوودیؒ (۵ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ) میں ہے کہ "حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری نے نیم شوال کو انتقال فرمایا۔" (مکتوبات سید الاعلام مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی ص ۱۰۳) مگر بظاہر مولانا احمد حسن کو اطلاع دیر میں ملی ہوگی۔ صحیح تاریخ وہی ہے جو ہم نے درج کی ہے۔

(۲۵) مولانا امیر حمزہؒ دہلوی — (ف ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء)

(۲۶) مولانا ذوالفقار علی بریلویؒ — ف ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء مدفن دیوبند

(۲۷) حاجی عابد حسین دیوبندیؒ — ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ/۲۷ نومبر ۱۹۱۳ء

جہادِ شاملی میں شرکت

حضرت حاجی صاحبؒ کو ابتدا سے ہی راہِ خدا میں جہاد کرنے کی آرزو تھی۔ یہ اُس زمانے کے حالات اور انگریزوں کے بڑھتے ہوئے غلبہ کا اثر تھا کہ دینی غیرت و حمیت رکھنے والے جہاد فی سبیل اللہ کی تمنا کرتے تھے۔ عام مسلمانوں کے دل میں سلگنے والی اِس چنگاری کو ایک معمولی سے واقعہ نے شعلہ بنا دیا۔ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ چھاؤنی سے برطانوی سامراج کے خلاف اہلِ ہند کی پہلی جنگ آزادی کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک اتنی منظم نہ تھی جتنی ہونی چاہیئے تھی مالی وسائل اور جدید آلاتِ حرب کا فقدان بھی تھا، مگر انگریزوں کے خلاف نفرت کی یہ آگ اچانک اور دور دور تک پھیل گئی۔ میرٹھ سے ملا ہوا ضلع مظفر نگر ہے، وہاں بھی علمِ بغاوت بلند ہوا۔ تھانہ بھون، گنگوہ، شاملی وغیرہ قصبات میں مجاہدوں نے اپنی حکومت قائم کر لی۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے شاملی (ضلع مظفر نگر) کے معرکے میں عملی حصہ لیا۔ آپ کو اس وقت تک بندوق چلانے کی مشق بھی نہیں تھی، اُس زمانے کی بندوق بھی خاص وضع کی تھی جسے ٹھونک کر بھرا جاتا تھا۔ حاجی صاحبؒ نے پہلی بار بندوق چلائی تو اُس کی آواز سے بیہوشی طاری ہو گئی تھی، مگر جہاد کا جذبہ ایسا قوی تھا کہ آخر تک میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہے۔

روپوشی

شاملی کے اس معرکے میں حافظ محمد ضامن تھانوی ۲۴ محرم ۱۲۷۴ھ/۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو شہید ہوئے[1]۔ ۱۸۵۷ء کی یہ تحریک آزادی ناکام ہو گئی اور راجدھانی دہلی پر انگریزوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا تو دار و گیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت حاجی صاحبؒ اس

---

[1] شاملی کے جہاد کی کچھ تفصیل تذکرۃ الرشید کی جلد اول میں ملے گی۔
حافظ محمد ضامن شہید کے حالات میں منظوم رسالہ "مونس مہجوراں" اُن کے مرید حکیم ضیاء الدین انصاری نے لکھا تھا۔ اس کا قلمی نسخہ مدرسہ صولتیہ کو معظمہ کے کتب خانے میں محفوظ تھا۔ اسے محترم مولانا نسیم احمد فریدیؒ نے دریافت کیا تھا اور رسالہ "مذکرہ" دیوبند (نومبر ۱۹۶۱ء) میں اس پر تعارفی مضمون لکھا تھا۔ پھر یہ رسالہ اپنے مقدمے کے ساتھ مولانا امداد صابری مرحوم نے "سردارِ شہیداں" کے نام سے چھاپا۔ (اگست ۱۹۸۲ء)

زمانے میں روپوش ہوگئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنا نام خورشید حسین رکھ لیا تھا (یہ اُن کا تاریخی نام بھی ہے)۔ وہ الیا، گمتھلا، لاڈوہ، پنجلاسہ وغیرہ مقامات پر چھپے رہے۔ حاجی صاحبؒ انبالا، انگری وغیرہ ہوتے ہوئے پنجلاسہ میں اپنے پیر بھائی راؤ عبداللہ خاں کے ڈیرے میں جا کر مقیم ہوگئے۔ حاجی صاحب کے وارنٹ جاری ہو چکے تھے، اُنھیں گرفتار کرانے والے کے لیے انعام کا اعلان بھی ہو چکا تھا۔ کسی مخبر نے ضلع کلکٹر کو پرچہ دیا کہ حاجی صاحبؒ راؤ عبداللہ خاںؒ کے اصطبل میں چھپے ہوئے ہیں۔ کلکٹر چند سپاہیوں کو ساتھ لے کر خود راؤ صاحب کے ڈیرے پر پہنچا۔ راؤ صاحب سمجھ گئے کہ معاملہ نازک ہے، خون خشک ہوگیا اور اس صدمے سے دل بیٹھ گیا کہ اب حاجی صاحبؒ میرے گھر سے ہتھکڑیاں پہن کر رخصت ہوں گے۔ مگر اُنھوں نے خود کو سنبھالا، چونکہ اُس علاقے کے بڑے رئیس اور زمیندار تھے حکام سے بھی واقفیت رکھتے تھے، اُنھوں نے کلکٹر کو بڑے تپاک سے بٹھایا اور پوچھا: کیسے تکلیف کی؟ کلکٹر نے بہانہ بنایا کہ ہم نے سنا تھا آپ کے اصطبل میں ایک بہت اعلیٰ نسل کا گھوڑا آیا ہے، ہم نے سوچا کہ آپ کو تکلیف دینے کی بجائے ہم خود ہی جا کر دیکھ لیں۔

یہ کہہ کر انگریز کلکٹر نے اصطبل کا رخ کیا۔ حاجی صاحبؒ ایک حجرے میں، جس میں بھس بھرا ہوا تھا، ایک طرف وضو کر کے چوکی پر بیٹھے چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ کلکٹر نے اُسی حجرے کے پاس جا کر یہ کہتے ہوئے کواڑوں پر لات ماری کہ "راؤ صاحب اس میں کیا ہے؟" راؤ صاحب نے کہا: "اس میں مویشیوں کا چارہ رہتا ہے۔"

اُس نے دیکھا تو چوکی خالی پڑی تھی۔ پوچھا: "یہاں یہ چوکی کیسی ہے؟" کہنے لگے: "نماز پڑھنے کے لیے ہے" اُس نے پھر کہا: "نماز تو مسجد میں یا گھر میں پڑھی جاتی ہے۔ یہاں بھس کی کوٹھری میں نماز کیسی؟"

راؤ صاحبؒ نے جب دیکھا کہ حاجی صاحبؒ وہاں موجود نہیں ہیں تو ذرا جان میں جان آ چکی تھی، لہجے میں بھی زور پیدا ہو گیا تھا، کہنے لگے: "مسجد میں فرض نمازیں ادا کی جاتی ہیں، نفل نمازیں خلوت ہی میں پڑھی جاتی ہیں۔ کلکٹر نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی، پھر واپس جاتے ہوئے کہنے لگا: ہم اتنی دور سے گھوڑوں کی شہرت سُن کر آئے تھے مگر کوئی گھوڑا پسند نہ آیا۔ خیر آپ کا شکریہ۔

حجاز کو ہجرت

اس واقعے کے بعد حاجی صاحبؒ نے سوچا ایسا نہ ہو اُن کی وجہ سے کسی مخلص کی عزت پر آنچ آئے اب وہ پنجلاسہ سے نکلے، پنجاب کی درگاہوں میں حاضری دیتے ہوئے پاک پتن میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہٗ (ف محرم ۶۷۰ھ) کے دربار میں آئے، یہاں سے سندھ کی درگاہوں کا رخ کیا اور کراچی بندر تک پہنچ گئے، جہاز تیار تھا، اُس میں بیٹھ کر مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ (۱۸۵۹ء/۱۲۷۶ھ)

مکہ معظمہ میں قیام

مکہ معظمہ میں شروع میں چند سال تک جبل صفا پر اسماعیل سیٹھ کے رباط میں ایک خلوت میں معتکف رہے پھر محلہ حارۃ الباب کے ایک مکان میں منتقل ہو گئے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں کبھی شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربیؒ (ف ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) بھی رہ چکے تھے[1]

یہ زمانہ سخت عسرت اور عزلت میں گزارا۔ کبھی کبھی صحنِ حرم میں علماء و شیوخ کے ساتھ صحبت رہتی تھی جن میں شیخ یحییٰ پاشا داغستانی مجددی، شیخ فاسی شاذلی، شیخ ابراہیم رشیدی، شیخ احمد دحلان کی وغیرہ ممتاز حضرات شامل ہیں۔

عبادات، مراقبہ و مجاہدات کے علاوہ حضرت حاجی صاحبؒ کتبِ تصوف کا بھی برابر مطالعہ کرتے تھے مثنوی مولانا رومؒ سے خصوصی شغف تھا اور اس کا درس بھی دیتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے درس مثنوی شریف میں جو نکات زبانِ شیخ سے سنے تھے انھیں ان کی تالیف "کلید مثنوی" عبارت ہے۔

انتقال کے بعد آپ کے کچھ تبرکات اور ذخیرہ کتب کا ایک حصہ مدرسہ صولتیہ کے کتب خانے میں محفوظ رہا۔[2]

---

[1] حضرت کے بعض خدام نے ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں حرم شریف کے قریب محلہ حارۃ الباب میں ایک مکان خریدا، کچھ تعمیر و ترمیم کے بعد حضرت کی نذر کیا اور اس میں قیام فرمانے کی درخواست کی۔ آپ ان مخلصوں کی دلداری کے لیے اس مکان میں منتقل ہو گئے اور تا آخر دم تک اسی میں رہے۔ یہ مکان مدرسہ صولتیہ کے نزدیک ہے حاجی صاحب کچھ وقت مدرسہ صولتیہ کے دفتر میں بھی گزارتے تھے اور مدرسے کے سامنے جو مسجد موجود ہے کبھی اس میں بھی نماز ادا کرتے تھے۔ آخر زمانے میں تو کبھی جمعہ کی نماز کے لیے حرم شریف میں جاتے تھے۔ "...روز بروز ضعف کی ترقی ہے، حرم شریف میں اتفاق سے کبھی جمعہ کو جانا نصیب ہوتا ہے ورنہ اکثر نہیں جا سکتا ہوں" (۱۳۰۹ھ) — بحوالہ ...

[2] برائے تفصیل: امداد المشتاق... ص ۲۶ (مولانا اشرف علی تھانوی) (طبع لاہور ۱۹۰۰ء)

ازدواج

حضرت حاجی صاحبؒ پچاس برس کی عمر تک مجرد رہے۔ مشغولی بحق اور مجاہدات نے اِس طرف التفات کرنے کی مہلت ہی نہ دی، آخر ایک دن غیبی اشارہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت میں خاص نور اور فیض ہوتا ہے، عارف کے لیے کسی سنت کا ترک کرنا مناسب نہیں، نکاح تو سنتِ مؤکدہ ہے اِسے ضرور پورا کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرتؒ نے نکاح کے لیے رضامندی ظاہر فرمائی اور کلکتہ کی ایک پارسا خاتون بی بی نورن (زوجہ سید حیدر علی مہاجر بنارسی) نے جو حضرت سے بیعت بھی تھیں، اپنی نواسی بی بی خدیجہ صاحبہ (بنت حاجی شفاعت خاں رامپوری) سے، جن کے ماں باپ کا انتقال ہو چکا تھا اور نانی نے پرورش کیا تھا، ۲۱ رمضان ۱۲۸۲ھ/ ۹ فروری ۱۸۶۶ء سہ شنبہ کو ساٹھ فرانسیسی ریال (تقریباً ۱۲۵ روپے سکہ ہند) مہر کے عوض نکاح کرادیا۔ اُن کے صلب سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

بی بی صاحبہ کا مکہ معظمہ ہی میں انتقال ہو گیا تو دوسرا نکاح تھانہ بھون کی بی بی خیرالنساء صاحبہ سے ہوا اُن کی بینائی جاتی رہی اور ضعیف ہو گئیں حضرت حاجی صاحبؒ کو بڑھاپے میں سہارا نہیں دے سکتی تھیں اِس لیے ضرورۃً تیسرا نکاح بی بی امۃ اللہ صاحبہ سے کیا۔ یہ دونوں ازواج حاجی صاحبؒ کے انتقال کے وقت صدرِ حیات میں تھیں کوئی اولاد اِن سے بھی نہیں تھی۔

آخری زمانہ اور وفات

حضرت حاجی صاحبؒ کے خادم میاں حاجی عبدالرحیم صاحب نے اپنی تحریر (مورخہ ۲۰ شوال ۱۳۱۸ھ/ ۹ فروری ۱۹۰۱ء) میں آخری وقت کی کیفیت لکھی تھی[1]:

"بارھویں تاریخ ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ میں بعد ظہر حضرت بادینا رحمۃ اللہ علیہ تلاوت کلام مجید میں مشغول ہوئے۔ نہایت فصاحت سے اول

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ[2]

بعدازاں آخر آیۂ سورہ حشر[3] اور آیتیں راز و نیاز کی چھانٹ چھانٹ کر دیر تک پڑھیں، اِسی طرح

---

[1] یہ یادداشت میاں حاجی عبدالرحیم صاحب نے بھیا حاجی شیخ بشیرالدین مرحوم (رئیس لال کرتی میرٹھ) متوفی ۱۳ رجب ۱۳۹۱ھ/ ۲۹ جولائی ۱۹۷۱ء کی فرمائش پر لکھ کر بھیجی تھی۔ راقم الحروف کو یہ تحریر اُن کے فرزند جناب شیخ غیاث الدین مرحوم (ف مارچ ۱۹۸۱ء) نے عنایت فرمائی تھی۔ اس سے قبل اپنے مقدمہ امداد المشتاق (طبع دہلی ۱۹۸۰ء) میں اسے درج کر چکا ہوں۔

[2] القرآن الاعراف ۳۴ [3] القرآن سورۃ الحشر ۲۲-۲۴

پھر دن گزرا، رات آئی - بعد عشاء سب اخوان اپنے اپنے معمولی اوقات پر حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نہایت فصیح زبان سے وصیت کو اعادہ فرما کر مستغرق و مشغول بحق ہو گئے۔ بہت دیر کے بعد فرمانے لگے: "اللہُ واجد سب کو معلوم ہے!" پھر پڑھا: وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ پھر مشغول الی اللہ ہو گئے۔

جب وقتِ وصال قریب پہنچا، ارشاد ہوا: "حسنِ خاتمہ کے واسطے دعا کرو" مولوی محب الدین صاحب دعا میں مشغول ہوئے اور سب اخوان نہایت تضرع سے آمین کہتے رہے۔ قریب دو بجے رات کے کروٹ بدلی اور پھر چت لیٹ کر جاں بحق تسلیم ہوئے....

تیرھویں ماہ مذکور[1] روز چہار شنبہ ۹ بجے دن کو جنت المعلیٰ میں زینت افروز ہوئے۔"

عمر شریف بحساب قمری ۸۴ سال تین ماہ ۲۳ یوم ہوئی۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے خُتِمَ دَخَلَ الخُلد سے تاریخ وفات برآمد کی۔ حاجی صاحب نے ترکے میں ایک عصا، تین تکیے، دو جوڑے سردی کے اور دو گرمی کے سب ملا کر ستر ریال کا سامان چھوڑا تھا جو اس وقت تقریباً ستر روپوں کے برابر ہی تھا۔

---

[1] مطابق ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء چہار شنبہ

۳

مسلک کی وسعت

حاجی صاحب کے مسلک میں بڑی وسعت تھی۔ سنتِ نبوی کے اتباع کا تمام عمر اہتمام رہا، مگر عقائد میں کسی پر سخت گیری یا زجر و توبیخ یا مناظرہ نہ کرتے تھے، اُس کی اصلاح کے لیے باطن سے توجہ فرماتے تھے۔ ایک شخص آپ سے مرید ہونے کو آیا اور یہ شرط کی کہ ناچ دیکھنے کا مجھے شوق ہے وہ نہیں چھوڑوں گا۔ آپ نے فرمایا: "اچھا، مگر یہ ایک وظیفہ ہے اسے تھوڑا سا روز پڑھ لیا کرنا۔" جب نماز کا وقت آیا تو اُس کے بدن میں خارش شروع ہوئی، وضو کر کے نماز پڑھ لی تو خارش بھی جاتی رہی آخر اُس نے دونوں عہد توڑ دیے یعنی ناچ دیکھنے سے توبہ کر لی اور نماز کا بھی پابند ہو گیا۔[1]

بھوپال کے ایک غیر مقلد (اہلِ حدیث) حج کو گئے تھے۔ انھوں نے حاجی صاحبؒ سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میں غیر مقلدی نہ چھوڑوں گا۔ حضرتؒ نے فرمایا: کیا مضائقہ ہے۔ مگر ایک شرط ہماری ہے کہ کسی غیر مقلد سے مسئلہ نہ پوچھنا بلکہ مولوی ایوب سے پوچھنا (جو حنفی تھے)۔ اس کے بعد حضرتؒ نے بیعت فرمایا۔ ایک دو رات کے بعد یہ اثر ہوا کہ یک لخت آمین بالجہر اور رفعِ یدین چھوڑ دیا۔ حضرتؒ کو اطلاع دی گئی تو انھیں بلا کر فرمایا: "اگر تمھاری رائے بدل گئی ہے تو خیر یہ بھی سنت ہے وہ بھی سنت ہے، اور اگر میری وجہ سے چھوڑا ہے تو میں ترکِ سنت کا وبال اپنی گردن پر لینا نہیں چاہتا۔"[1]

ایک بزرگ کے بارے میں عام شہرت تھی کہ وہ نماز نہیں پڑھتے۔ حضرتؒ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو فرمایا: "جی ہاں وہ یہاں (مکہ معظمہ میں) بھی آئے تھے، میں نے بھی دیکھا تھا کہ نماز نہیں پڑھتے تھے ٹکٹکی باندھے ہوئے خانہ کعبہ کو دیکھتے رہتے تھے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کس مقام پر فائز تھے۔"[2]

یہ جواب حاجی صاحبؒ کے مسلک کی بہترین مثال ہے کہ اُن کے بارے میں راوی کے قول کی تصدیق بھی کر دی، اور خود کو اُن کا "مقام" سمجھنے سے قاصر بتا دیا، اُس مقام کا کوئی

---

[1] خیر الافادات ۱۰۷ [2] امداد المشتاق ۳۲۱

تعین نہیں کیا، نہ اُن کے عمل کے بارے میں فقہی مسئلہ بیان کیا۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے بارہا فرمایا کہ " فقیر وہ ہے کہ حنفی المذہب صوفی المشرب ہو۔ جو کوئی میرے یاروں میں سے اس سے تجاوز کرے گا، میرے رابطے و واسطے سے اُس کو کچھ حصہ نہ ملے گا اور جو کوئی کہ فقیر سے اخلاص رکھتا ہو اُس پر لازم ہے کہ صوفی المشرب و حنفی المذہب ہو۔"[1]

مولانا تھانویؒ نے حاجی صاحبؒ کا ایک ملفوظ نقل کیا کہ " جس قدر نظر وسیع ہوتی جاتی ہے اعتراض کم ہوتا جاتا ہے۔" (کمالاتِ اشرفیہ)

" حاجی صاحب کے نزدیک اس قدر حسنِ ظن تھا کہ آتا کسی کے اندر نہیں دیکھا جن لوگوں کو ہم کافر سمجھتے ہیں حضرت اُن کو " صاحبِ باطن " فرماتے۔"[2]

حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص کی شکایت کی گئی کہ اس نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے۔ حضرتؒ نے بے ساختہ فرمایا کہ " اُس پر اُس وقت تجلّی جلالی غالب تھی۔"[3]

مولانا ظفر احمد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس حکایت میں جو صرف تجلّیِ جلالی کا ذکر ہے اور زناکار کو فعل و ارادہ پر ملامت نہیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شخص خود حضرتؒ کے سامنے حاضر نہ تھا بلکہ دوسروں نے پیٹھ پیچھے اُس کی غیبت کی تھی۔ حضرتؒ نے تجلّیِ جلالی کا ذکر کر کے اپنے کو غیبت سننے سے بچا لیا۔ اور اگر وہ شخص سامنے ہوتا تو حضرتؒ اُس کو ملامت ضرور فرماتے۔[3]

حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب کوئی مدعی تم سے جھگڑا کرے تو سب رطب و یابس اس کے سامنے کر کے یہ کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ تم حق و باطل کا خود انصاف کر لو۔

اس پر مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں: " واقعی اس قیل و قال و ردّ و کد میں نفسانیت ضرور آجاتی ہے۔ اور ایک باطل کا ردّ ہوتا ہے نیک نیتی سے اور حدود کے اندر۔ تو یہ مامور بہ ہے اور ایک ہوتا ہے محض جدال اور بدنیتی سے، یہ مامور بہ نہیں، بلکہ اندیشہ ہے کہ اس پر مواخذہ ہو۔

---

[1] ارواحِ ثلاثہ ص ۲۲۹

[2] درِ منضود بحوالہ ماہنامہ النور تھانہ بھون ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ

[3] النور تھانہ بھون محرم ۱۳۵۲ھ

[4] کمالاتِ اشرفیہ ۲۵۰ بحوالہ معارفِ امدادیہ

حاجی صاحب کے عقائد

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ سب نے اعتراف کیا ہے کہ

"کثرتِ معلومات کا نام علم نہیں ہے" مولانا نانوتویؒ کہتے تھے کہ لوگ دوسرے کمالات کی وجہ سے حاجی صاحبؒ سے اعتقاد رکھتے ہیں، میں علم کی وجہ سے اُن کا معتقد ہوا ہوں۔ مولانا تھانویؒ نے کہا کہ ہماری معلومات تو زیادہ ہیں، مگر بصیرتِ قلب زیادہ نہیں اور حاجی صاحبؒ کی معلومات گو قلیل ہیں مگر بصیرتِ قلب بہت زیادہ ہے، اس لیے ان کے جتنے علوم ہیں سب صحیح ہیں، وہ ہر معلوم کی حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں اور ہم حقیقت تک نہیں پہنچتے"۔

اسی فرق کو ایک بار یوں بیان فرمایا کہ "ہمارے ذہن میں تو اول مقدمات ہیں پھر اُن سے نتیجہ خود نکالتے ہیں جو کبھی صحیح ہوتا ہے، کبھی غلط۔ اور حاجی صاحب کے قلب میں اول نتائج صحیح وارد ہوتے ہیں اور مقدمات اُس کے تابع ہوتے ہیں"۔[1]

مگر ان سب اعترافات کے باوجود یہ حضرات بعض فروعی مسائل میں بھی حاجی صاحبؒ کے مسلک سے اتفاق نہ کر سکے یہ عجب طرح کا تضاد ہے۔ چند باتیں بطور مثال یہاں لکھتا ہوں۔

(۱) بعض علماء جو حضرت کے خدام و مریدین میں شامل ہیں ندا لغیر اللہ (خدا کے سوا کسی کو پکارنا) کو ناجائز کہتے ہیں جیسے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ، یا غریب نواز، یا بندہ نواز، یا محبوب الٰہی وغیرہ کہنا ناجائز ہے۔ حد ہے کہ انھیں "یا رسول اللہ" کہنے پر بھی اعتراض ہے، مگر جس شیخ سے وہ اپنی باطنی نسبت کا رشتہ جوڑتے ہیں اُس کی لکھی ہوئی ایک منقبت کے اشعار یہ ہیں:

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا	تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا	آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہِ نور محمدؐ وقت ہے امداد کا

یہ منقبت کسی نے حاجی صاحبؒ سے میاں جی نور محمدؒ کو سنوائی تو میاں جیؒ نے فرمایا: "خدا اور

---

[1] معارف امدادیہ ص ۶۰

اُس کے رسولؐ کی صفت وثنا بیان کرنی چاہیے۔" حاجی صاحب نے عرض کیا: "میں نے غیر خدا و رسول کی مدح نہیں کی ہے"۔ لے

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ایک عربی قصیدے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس طرح پکارا گیا ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کسی نے فتویٰ طلب کیا: "یا رسول اللہؐ دور سے یا نزدیک قبر شریف سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟" مولانا نے جواب دیا: "جب انبیاء علیہم السلام کو علمِ غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علمِ غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بہ کفر ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ طبع دیوبند ۱۹۸۷ء ص ۹۲)

مگر نافع مولیٰ عمرؓ کی روایت ہے:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِقَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَيَقُوْلُ:
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ

عبد اللہ بن عمرؓ جب کسی سفر سے واپس آتے تھے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبروں پر جاتے تھے اور کہتے تھے:
السلام علیک یا رسول اللہ
السلام علیک یا ابابکر
السلام علیک۔ میرے ابا جان

(الطبقات ۴/۱۵۶)

مولانا گنگوہیؒ سے ہی یہ سوال کیا گیا کہ "جو شخص کہ رسومِ عرس وغیرہ کو اچھا جانے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟ یا لوٹانا ضروری ہے؟ یا یہ کہ ان رسموں کو بُرا جانتا ہے مگر کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟"

مولانا نے جواب میں فرمایا: "اِن دونوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے مگر اعادہ واجب نہیں ہے۔" (فتاویٰ / ۳۴۸)

لے رسالہ نور محمدی ص ۹۸

دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا: بدعتی کے پیچھے نماز کروہِ تحریمہ ہے (فتاوی ۱/۳۵)
مگر قاتل نے اگر اپنے فعل سے توبہ کر لی ہے تو اُس کے پیچھے نماز درست ہے (فتاوی ۳۶۲)
حضرت نافع مولیٰ عمر کی روایت یہ ہے:

قِیلَ لِابْنِ عُمَرَ زَمَنَ ابْنِ الزُّبَیْرِ وَالْخَوَارِجِ وَالْخَشَبِیَّةِ: أَتُصَلِّی مَعَ هٰؤُلَاءِ وَبَعْضُهُمْ یَقْتُلُ بَعْضًا؟ قَالَ فَقَالَ: مَنْ قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلَاةِ أَجَبْتُهُ......

حضرت ابن عمرؓ سے ابن الزبیرؓ، خوارج اور خشبیہ کے زمانے میں پوچھا گیا: کیا آپ ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں جب کہ ان میں سے بعض، بعض کو قتل کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا جو بھی حیَّ علی الصّلاۃ کہتا ہے میں اُس کو قبول کرتا ہوں۔

(الطبقات ۴/۱۶۹)

مولانا حیدر علی ٹونکی نے لکھا ہے کہ ضیافت و مہمانی خوشی کے موقع پر درست ہے، غمی کے موقع پر اور دفنِ میت کے بعد حاضرین کو کھانا کھلانا رسوم و عاداتِ جاہلیت میں سے ہے، اِس تقریر کی تائید مولانا گنگوہی نے بھی کی ہے (فتاوی ۱۵۸)
ابن سعد کہتا ہے کہ ممتاز صحابی عمران بن حصینؓ نے مرتے وقت وصیت فرمائی:

إِذَا أَنَا مُتُّ فَشُدُّوا عَلَیَّ سَرِیرِی بِعِمَامَتِی فَإِذَا رَجَعْتُمْ فَانْحَرُوا وَأَطْعِمُوا۔

جب میں مرجاؤں اور جب (مجھے دفن کر کے) لوٹو تو قربانی کرنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا۔

(الطبقات ۴/۲۹۱)

(۲) بعض علماء نے اپنے مسلک میں اتنی شدّت اختیار کی ہے کہ اپنے حلقۂ اثر کے لوگوں کو درگاہوں میں فاتحہ خوانی کے لیے جانے سے بھی روکتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ جب تک ہندوستان میں رہے اکثر سفر بھی فرماتے تھے اور اُس کا مقصد اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دینا ہوتا تھا۔ اکثر کلیر شریف میں حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ کے آستانے پر تشریف لے جاتے تھے یا دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (ف ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ)، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (ف ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ) خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی (ف ۱۸ رمضان ۷۵۸ھ) اور دوسرے اکابر اولیاء کے

مزارات پر جا کر روحانی برکتیں حاصل کرتے تھے۔ پانی پت میں حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاءؒ اور اُن کے مرشد حضرت شمس الدین ترکؒ کی درگاہوں میں اکثر حاضری ہوتی تھی۔ امروہہ میں اپنے سلسلے کے مشائخ حضرت شاہ عضدالدین چشتیؒ (ف ۲۷ رجب ۱۱۷۲ھ/۲۲ اپریل ۱۷۵۹ء) حضرت خواجہ شاہ عبدالہادی چشتیؒ (ف ۴ رمضان ۱۱۹۰ھ/۱۸۔ اکتوبر ۱۷۷۶ء) اور حضرت خواجہ شاہ عبدالباری چشتیؒ (ف ۱۱ شعبان ۱۲۲۶ھ/۳۰۔ اگست ۱۸۱۱ء) کے مزارات پر کئی بار حاضر ہوئے اور حضرت شاہ عبدالباریؒ کی خانقاہ میں قیام بھی فرمایا۔ حاجی صاحب کے زمانے میں حضرت شاہ عبدالہادیؒ کے تیسرے سجادہ نشین حضرت شاہ غلام مصطفےٰ چشتیؒ (ف ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ/۱۸۔ نومبر ۱۸۹۵ء) خانقاہ ہادویہ میں رونق افروز تھے۔

زیارتِ قبور کے مسئلے میں مولانا تھانوی لکھتے ہیں: "زیارتِ قبورِ اولیاء، مطلق قبورِ مسلمین کی زیارت مستحب و مسنون ہے اور اولیاء اللہ کی زیارت میں اور زیادہ انوار و برکات ہیں، صرف بعض لوگوں کو اس کے لیے سفر کرنے میں خلجان ہے..... حدیث شدِ رحال مساجد کے ساتھ خاص ہے۔"

(۳) حضرت حاجی صاحبؒ نیاز اور فاتحہ خود بھی کرتے تھے اور عرس کی بعض مجالس میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ مولوی قطب علی جلال آبادیؒ کی والدۂ ماجدہ کی فاتحہ میں شرکت کا ذکر امداد المشتاق میں بھی موجود ہے۔ ایک بار آپ نے درگاہ شاہ صابر بخش دہلویؒ (واقع دریا گنج دہلی) کے عرس میں بھی شرکت فرمائی یہاں محفلِ سماع بھی ہوتی ہے۔

کسی کو مرید کرنے کے بعد، یا مثنوی شریف کا درس ختم ہونے پر آپ کھانا کچھ یا مٹھائی منگا کر نیاز دیتے تھے اور وہ تبرک حاضرین میں تقسیم فرماتے تھے۔[۱]

مولانا تھانویؒ نے فرمایا: "حضرت حاجی صاحبؒ کے وجدان میں مُردوں کو برابر ثواب پہنچتا ہے، لیکن حضرت مولانا گنگوہی کا گمان اس کے خلاف تھا۔"[۲]

---

[۱] حضرت حاجی صاحبؒ کو مثنوی مولانا رومؒ سے خصوصی شغف تھا، اس کا درس بھی مدتوں دیا۔ اُن کی شرح کے ساتھ مثنوی مطبع نامی کانپور سے شائع ہوئی تھی۔ مولانا تھانویؒ کی شرح کلید مثنوی (مطبع مجیدی کانپور ۱۳۳۱ھ) میں بھی اکثر مطالب حاجی صاحب کے بیان کردہ ہیں۔

[۲] کمالاتِ اشرفیہ ۱۹۱

حضرت حاجی صاحبؒ نے ایصالِ ثواب کے بارے میں۔ جس کے تقسیم و عدم تقسیم کے باب میں کوئی نصِ قطعی نہیں اور اسی وجہ سے اس میں اختلاف ہوا ہے۔ یہی فرمایا تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ سے اُمید یہی ہے کہ جب ہم چند آدمیوں کو ایک عمل کا ثواب پہنچاتے ہیں تو سب کو برابر ہی پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کمی تھوڑا ہی ہے [۱]

(۴) محفلِ سماع میں خود حاجی صاحبؒ نے شرکت کی ہو یا نہ کی ہو، مگر اُن کے بعض ممتاز مرید مثلاً صوفی محمد حسین الٰہ آبادیؒ، مہر علی شاہ گولڑویؒ، مولانا عبد السمیع بیدلؒ وغیرہ خوب سماع سنتے تھے۔ حاجی صاحبؒ نے اپنے کسی مرید کو نہ سماع سننے سے روکا نہ اس فعل کی مذمت میں کچھ کہا۔

کسی شخص نے حضرت حاجی صاحبؒ کو کچھ اشعار سنانے کی خواہش کا اظہار کیا (اشعار سننے میں تو کوئی قباحت نہ تھی غالباً وہ ساز کے ساتھ سنانا چاہتا ہوگا) حضرتؒ نے حافظ محمد حسین الٰہ آبادی مرحوم کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ میں تو اس فن (موسیقی) سے بالکل بیگانہ ہوں یہ اس سے واقف ہیں اپنے ہنر کی داد تمہیں ان سے مل سکتی ہے۔

اس روایت میں بھی حضرتؒ کا محتاط رویہ صاف جھلک رہا ہے اُس نے خواہش ظاہر کی تو غنا کے حرام یا حلال ہونے کا کچھ تذکرہ نہیں کیا اور حافظ صاحبؒ کی طرف اس کی رہنمائی کر کے دلداری کا حق بھی ادا کر دیا۔

(۵) تبرکات وغیرہ کے بارے میں بھی حاجی صاحبؒ کا عقیدہ مخالفانہ نہیں تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھی ہے: "حاجی صاحب کا عقیدہ تھا کہ "جائے بزرگاں بجائے بزرگاں" [۲] اس سے ظاہر ہے کہ بزرگوں کی خانقاہ، اُن کی مسند، جائے عبادت یا چلّہ خانہ وغیرہ میں بھی انوار و برکات ہوتے ہیں اسی طرح تبرکات مثلاً تسبیح، عصا، خرقہ، پیراہن، سجادہ

---

[۱] آدابُ المصاب لتسلیۃ الاحباب ۳۲

[۲] ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا، وہاں عبد اللہ مسند نشین درگاہ حضرت صابر بخشؒ نے تقریب عرس میں مجھ کو بلایا اور رسمی اہتمام کر کے ہاتھی سواری کو بھیجا جب میں اُن کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی شان و شوکت سے جمع ہیں (کراماتِ امدادیہ ص ۴۰)

وغیرہ میں وہ انوار سرایت کرجاتے ہیں اور اہلِ نسبت کو اُن سے نفع ہوتا ہے۔" مگر مولانا تھانوی نے کہا کہ " بزرگوں کے تبرکات کے ساتھ مجھ کو شغف نہیں مثلاً کرتہ وغیرہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں کیا رکھا ہے؟ اصل چیز تو بزرگوں کا اتباع ہے، گو برکت کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے، لیکن اہتمام جس کو کہتے ہیں وہ قلب میں نہیں۔" [1]

---

[1] کمالاتِ اشرفیہ ۲۰۲

[2] شاہ صابر بخش (متوفی ۵ ربیع الاول ۱۲۳۲ھ) کی درگاہ دریا گنج دہلی میں ہے ان کا عرس ۵ ربیع الاول کو ہوتا ہے، محفلِ سماع بھی ہوتی ہے۔

۴

تصانیف

فارسی اور اُردو زبانوں میں، نظم و نثر دونوں میں، حاجی صاحبؒ کی کچھ تصانیف بھی ہیں۔ ان میں سے بیشتر شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی مختصر کیفیت یہ ہے:

(۱) ضیاء القلوب: حاجی صاحبؒ نے اپنے خواجہ تاش حافظ محمد ضامن شہیدؒ کے فرزند اور اپنے خلیفہ حکیم حافظ محمد یوسف فاروقی کی فرمایش پر غالباً ۱۲۱۲ھ/ ۹۵-۱۸۹۴ء میں فنِ سلوک کے موضوع پر یہ رسالہ تالیف کیا۔ اس کا عربی میں ترجمہ بھی ہوا تھا جو مولانا حافظ محمد حسین الٰہ آبادی کی معرفت طبع ہوا۔ (صد فوائد)[1]

ایک خط میں حاجی صاحبؒ نے لکھا ہے:

"مولوی محمد حسینؒ الٰہ آبادی کو تحریر کریں کہ اگر ضیاء القلوب عربی طبع ہو گئی ہو تو بہت جلد مطلع کریں۔ اکثر مشائخ عرب و شام و استنبول اُس کے منتظر ہیں۔ فقیر بھی دیکھ کر خوش ہوگا۔" (مکتوب ۱۱ مشمولہ صد فوائد)

اس کتاب میں خاندانِ چشتیہ صابریہ امدادیہ کے اکثر اذکار و اشغال درج کیے ہیں۔

(۲) ارشادِ مرشد: حاجی صاحبؒ کا یہ مختصر رسالہ اُردو زبان میں تھا۔ اس کا بھی عربی میں ترجمہ ہوا، جسے اشاعت کے لیے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پاس بھیجا گیا تھا (صد فوائد) اس میں ذکر و شغل اور مراقبہ و پاس انفاس کا طریقہ بتایا گیا ہے، آخر میں شجرہ ہائے طریقت بھی دیے ہیں۔

(۳) حواشی بر مثنوی مولانا رومؒ: عارفانہ نکات سے بھرپور یہ کتاب حاجی صاحبؒ کے عمر بھر کے مطالعۂ مثنوی کا حاصل ہے۔

اس کا دفتر اول ۱۳۱۴ھ/ ۹۷-۱۸۹۶ء میں مولانا احمد حسنؒ کانپوری کی زیرِ نگرانی مطبع نامی

---

[1] ضیاء القلوب کا ایک قلمی نسخہ جو حاجی صاحب کی حیات میں مولوی عبد العزیز امروہوی نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا، ذخیرے میں ہے (اوراق ۶۹) اس کا ترقیمہ یہ ہے: "تمام شد نسخہ ضیاء القلوب تصنیف حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ بدست فقیر محمد عبد العزیز ابو الحسن عفی عنہ بست و یکم ربیع الثانی ۱۲۹۳ھ"

کانپور میں طبع ہوا۔ دوسرا دفتر غالباً ۱۳۱۶ھ/۹۸-۱۸۹۹ء میں چھپا۔ دفتر ششم ۱۳۲۱ھ میں طبع ہوا۔ حاجی صاحبؒ کی حیات میں غالباً پہلا اور دوسرا دفتر ہی چھپا تھا۔

(۴) فیصلۂ ہفت مسئلہ : اس رسالے میں علمائے احناف کے دو گروہوں (بریلوی دیوبندی) کے درمیان سات بڑے اختلافی فروعی مسئلوں کا نہایت اعتدال اور انصاف کے ساتھ جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ رسالہ بارہا شائع ہو چکا ہے اور کلیاتِ امدادیہ میں بھی شامل ہے۔ پاکستان کے محکمۂ اوقاف نے بھی اس کو وسیع پیمانے پر شائع کیا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی نے ایک مجلس میں یہ انکشاف کیا:

"(۱۳۔ رمضان ۱۳۱۶ھ/ ۲۴۔ جنوری ۱۸۹۹ء کو کانپور میں ایک شخص نے مولانا تھانویؒ سے) پوچھا تھا کہ سنا گیا ہے کہ فیصلۂ ہفت مسئلہ حضرت حاجی صاحبؒ کا نہیں ہے۔ فرمایا: ہاں اس معنی کر نہیں ہے کہ حضرتؒ نے خود نہیں لکھا۔ عبارت میری ہے اور مضمون حضرت کا۔ حضرتؒ کے حکم سے لکھا گیا اور بعد لکھنے کے سنایا گیا تو فرمایا کہ اس کو میری طرف سے شائع کرو۔ حضرت کے یہاں اسی طرح کتابیں لکھی جاتی تھیں اور آپ کا نام ڈالا جاتا تھا حضرتؒ بوجہ کثرتِ مشاغل خود نہیں لکھتے تھے"۔[۱]

(۵) کلیاتِ امدادیہ : یہ سب رسائل نظم و نثر کا مجموعہ ہے۔ پہلی بار ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء میں شائع ہوا اس میں تحفۃ العشاق، گلزارِ معرفت، رسالۂ دردنامۂ غمناک، جہادِ اکبر اور نالۂ امداد وغیرہ شامل ہیں۔ بعد کو بھی کئی بار شائع ہوا۔

(۶) رسالۂ دردنامۂ غمناک : یہ ۱۷۷۔ اشعار کی ایک مثنوی ہے جس میں جذبۂ عشق اور سوزِ دروں کا بیان ہے۔

(۷) جہادِ اکبر : یہ بھی ایک مثنوی ہے جو کسی نے فارسی زبان میں لکھی تھی۔ حاجی صاحبؒ نے ۱۲۶۸ھ/ ۵۱-۱۸۵۲ء میں اسے اردو نظم میں منتقل کیا اس کا موضوع مجاہدۂ نفس ہے۔ اس میں (۶۷۹) اشعار ہیں۔

---

[۱] مجالس الحکمۃ (مرتبہ حکیم محمد مصطفےٰ بجنوری) امداد المطابع تھانہ بھون ص ۳۵

(۸) **تحفۃ العشاق :** اس مثنوی میں بی بی تحفہ مغنیہ اور حضرت سری سقطیؒ کی داستان نظم کی ہے۔ اس کی تالیف ۱۲۸۱ھ/۶۴-۱۸۶۵ء میں مکۂ معظمہ میں ہوئی۔ تعداد اشعار (۱۳۲۲) ہے۔

(۹) **غذائے روح :** یہ بھی ایک منظوم تمثیل ہے۔ اس میں متعدد حکایات تہذیبِ نفس اور اصلاحِ اخلاق کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ حمد و نعت کے بعد حضرت میاں جی نور محمدؒ کی منقبت اور احوال میں بھی کچھ اشعار نظم کیے ہیں۔ یہ ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۸ء کی تالیف ہے۔ کل اشعار (۱۶۵۰) ہیں۔

(۱۰) **گلزارِ معرفت :** اس رسالے میں حاجی صاحبؒ کا منظوم کلام ہے۔ جس میں کچھ نعت و مناجات، چند غزلیں، ایک رباعی اور قادریہ قیصریہ شجرہ منظوم وغیرہ شامل ہیں۔ اسے حضرتؒ کے ایک مرید نیاز احمد نے مرتب کیا تھا۔

(۱۱) **رسالۂ وحدۃ الوجود :** امروہہ ضلع مراد آباد کے ایک بزرگ مولوی عبد العزیز چشتی صابریؒ نے مسئلہ وحدت الوجود میں حاجی صاحبؒ سے استفسار کیا تھا، اُن کے جواب میں یہ رسالہ لکھا گیا (۲۱- ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ/۲- نومبر ۱۸۸۲ء)

حاجی صاحبؒ کی نسبتِ باطنی

حاجی صاحبؒ عوام کو اشغال نہیں اعمال بتاتے تھے۔ ترکِ لذّات کی تعلیم بھی نہ دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ خوب کھاؤ پیو اور کام بھی خوب کرو۔ ہم لوگ عاشقِ احسانی ہیں، جب تک نعمتیں ملتی رہیں محبت رہتی ہے، مشقت اور تکلیف میں وہ حالت نہیں رہتی۔

حاجی صاحبؒ کی نسبت کا خلاصہ یہ تھا کہ باطن میں عشق و سوز ہو اور ظاہر میں اتباعِ شریعت۔ مگر ظاہری محاسبہ زیادہ نہ کرتے تھے۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور باطنی تصرف سے اصلاح فرماتے تھے۔ طالب کو داخلِ سلسلہ کر کے اصلاح شروع کرتے تھے یہ نہیں تھا کہ پہلے اصلاحِ اخلاق کریں پھر سلسلۂ طریقت میں داخل کریں۔

(۱) نماز میں وسوسوں کا ہجوم ہو تو فرماتے تھے قلب کو آئینۂ جمالِ الٰہی سمجھ لو کہ سبحان اللہ قلب بھی کیا چیز بنائی ہے کہ اس میں طرح طرح کے وسوسے دریا کے پانی میں خس و خاشاک

کی طرح بہتے چلے آتے ہیں، خیالات اور وسوسوں کی کوئی حد و انتہا نہیں، اسی طرح صفاتِ الٰہی کے مراقبے کی کیفیت حاصل ہو جائے گی۔

(۲) ہر کام میں سہولت کو پسند کرتے تھے۔ ایک شخص نے افسوس کا اظہار کیا کہ بیماری کی وجہ سے حرم میں نماز نہ پڑھ سکا۔ اس کے جانے کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر یہ عارف ہوتا تو اس پر قلق ظاہر نہ کرتا۔ جس طرح وصول کی ایک صورت یہ ہے کہ حرم میں نماز پڑھو، یہ بھی ایک صورت ہے کہ عذر سے گھر میں نماز پڑھ کر حرم کو ترستے رہو۔ اس لیے عارف کی نظر میں دونوں حالتیں وصول کا سبب ہیں، اور یکساں ہیں۔ [1]

(۳) فرماتے تھے کہ رذائلِ نفس کا ازالہ کرنے کی کوشش نہ کرے ان کا امالہ کرے۔ جو چیزیں بظاہر مذموم ہیں، کبھی وہ ضرورۃً محمود ہو جاتی ہیں۔ مثلاً بخل کو کھو کر سخاوت پیدا ہو جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ بخل کا امالہ کر کے اسے اس کے محل پر کام میں لائے ورنہ بخل نہ ہو تو ساری دولت رنڈیوں اور بدمعاشوں میں لٹا دے اور مستحقین کا حق مارا جائے۔ غیر مستحقین کو نہ دینا بخل ہی کی برکت ہے۔

(۴) لذات کو کم کر دینا ہی زُہد کے لیے کافی ہے، ترکِ لذات کی ضرورت نہیں۔ بلا اہتمام جو لذّت اور نعمت میسر ہو اس سے استفادہ کرے، یہ زُہد کے منافی نہیں۔ فرمایا: جس طرح ٹھنڈا پانی نعمت ہے اسی طرح پیاس بھی نعمت ہے کیوں کہ اس سے اس نعمت کی قدر ہوتی ہے۔

(۵) فرمایا: دنیا کی مثال پرندے کی ہے اور آخرت اس پرندے کا سایہ ہے۔ سایہ پکڑنے کی کوشش کرو گے تو وہ ہاتھ نہ آئے گا، پرندے کو پکڑو تو سایہ خود قابو میں آ جائے گا۔

حاجی صاحبؒ کے منتخب ملفوظات

(۱) ارشاد فرمایا: جس درویش کی طرف بہ نسبت طالبانِ دین کے طالبانِ دنیا کا ہجوم زیادہ ہو، معلوم ہوتا ہے کہ خود اس میں ابھی شعبہ دنیا کا موجود ہے اس لیے ایسے لوگوں کا اس کی طرف زیادہ میلان ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: بھائی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے

---

[1] معارفِ امدادیہ ۹۳

ہمارے یہاں تو زیادہ تعداد غرباء اور مساکین اور صلحاء اور طالب علموں کی ہے۔ دنیا کے بڑے آدمی ہمارے یہاں کم ہیں۔"

(۲) فرماتے تھے کہ مجھ سے جناب مولانا محمد قاسم صاحبؒ (نانوتوی) نے پوچھا کہ "حضرت میرا ایک جگہ نوکری کا تعلق ہے، اگر ارشاد ہو تو چھوڑ دوں؟" میں نے جواب دیا کہ "مولوی صاحب، معلوم ہوتا ہے کہ ابھی طبیعت میں تردد ہے اور یہ دلیل ہے خامی کی، اور ایسی حالت میں تعلق کا ترک کرنا موجبِ تشویشِ قلب ہوتا ہے۔ جس وقت پورا توکل پیدا ہو جاوے گا خود بخود طبیعت تعلقات سے ایسی نفور ہوگی کہ کسی کے منع کیے سے بھی آپ نہ مانیں گے۔"

(۳) کوئی مرید حاجی صاحبؒ سے عرض کرتا کہ دنیا چھوڑ دوں؟ تو فرماتے تھے کہ اگر دنیا سے حلال ہے تو خود مت چھوڑو، اللہ کا نام لیے جاؤ جب اُس کا غلبہ ہوگا خود ہی چھڑا دے گا۔

(۴) حضرت سلطان ابراہیم ادہمؒ کے مزار سے متعلق کچھ اوقاف ہیں جن کی آمدنی کثیر ہے۔ اُس کے متولی کا انتقال ہو گیا تھا اور بعض مشائخ نے اُس کو حضرت حاجی صاحبؒ کے لیے اس لیے تجویز کیا کہ متولی خود بھی اپنے مصارف کے لیے اُس سے بطریقِ مباح لے سکتا ہے اور حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے تو اس سے اطمینان کی ایک صورت پیدا ہو جاوے گی۔ اور حضرت صاحبؒ میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اُن کی اولاد میں تھے اور اُنھیں وہاں رہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی، کوئی نائب کام کرتا اور احکام یہاں سے پہنچتے رہتے۔ غرض یہ تجویز کر کے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: "اولاد میں ہونے کی خصوصیت سے جو میرے لیے تولیت تجویز کی گئی ہے تو حضرت سلطانؒ نے تو سلطنتِ بلخ پر لات مار دی تھی، اگر میں اس دنیا کو اختیار کروں تو اُن کی اولادِ خلف کب رہا؟ اور اس خدمت کے لیے خلف ہونا ضروری ہے اور اگر خلف بننا چاہوں تو اُن کا اقتدا کرنا ضرور ہے۔"

(۵) مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو حضرت سلطان المعظم عبد الحمید خاں والی ترکی نے بُلایا تو اس درجہ اکرام کیا کہ کسی بادشاہ کا بھی اتنا اعزاز نہ ہوتا تھا۔ جب مولوی صاحب سلطان کے یہاں سے لوٹ کر مکہ معظمہ تشریف لائے تو ملاقات کے وقت حضرت حاجی صاحبؒ

سے سلطان کے مناقب بیان کرکے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو اُن کے حضور میں آپ کا ذکر بھی کروں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ کیا نتیجہ ہوگا؟ بہت ہوگا تو وہ معتقد ہو جاویں گے۔ پھر آپ دیکھ لیجیے کہ آپ کے جو معتقد ہوئے تو کیا نتیجہ ملا؟ وہی مجھ کو ملے گا یعنی بیتُ السلطان سے قُربت اور بیتُ اللہ سے بُعد۔ البتہ آپ اُن کی تعریف کرتے ہیں کہ بڑے عادل ہیں اور (حدیث میں) وارد ہوا ہے کہ سلطانِ عادل کی دعا قبول ہوتی ہے سو اگر آپ سے ہو سکے آپ اُن سے میرے لیے دعا کرا دیجیے۔ مگر ایک بادشاہ سے یہ کہنا کہ ایک درویش کے لیے دعا کرو، یہ داب سلطنت کے خلاف ہے اس لیے آپ کو اس کا ایک طریقہ بتلاؤں وہ یہ کہ آپ میرا اُن سے سلام کہہ دیں، وہ جواب میں "وعلیکم السلام" ضرور کہیں گے، بس میرے لیے اسی طرح دعا ہو جاوے گی۔"

(۶) ایک مرتبہ حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک بوڑھا شخص آیا اور آ کر رونے لگا کہ حضرت میری بیوی مرتی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا: "اچھا ہے جیل خانے سے چھوٹتی ہے اب تم بھی چھوٹ جاؤ گے۔"

حاضرین کو اس لطیفے پر دل میں ہنسی آئی کہ آیا تھا اُس کی زندگی کی فکر میں، خود اپنی موت کی بشارت لے چلا۔ پھر حاضرین سے خطاب کرکے فرمانے لگے کہ دیکھو عجیب بات ہے، ایک مسلمان قید خانے سے چھوٹتا ہے، اس کو ناگوار ہے کہ کیوں چھوٹتا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ حضرت وہ مجھ کو روٹی پکا کر دیتی تھی۔ آپ نے فرمایا: "کیا وہ تمہارے ساتھ روٹی پکاتی ہوئی پیدا ہوئی تھی؟"

(۷) ایک مولوی صاحب نے ایک دن پوچھا کہ حدیث ہے: اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی (اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے) اس سے تو فقیر پر مالدار کو ترجیح نکلتی ہے۔ فوراً ارشاد فرمایا: یَدِ عُلیا (دینے والا ہاتھ) اس لیے افضل ٹھہرا کہ مال کو علیحدہ کرکے فقیر بنتا ہے اور یَدِ سُفلیٰ (لینے والا ہاتھ) اس لیے مفضول ہوا کہ مال لے کر غنی بنتا ہے۔

(۸) ایک دن ایک فقیر صدا دیتا تھا کہ "مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللہِ" (میرے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) آپ نے فرمایا کہ یہ مَا نافیہ نہیں ہے، مَا موصولہ ہے (یعنی جو کچھ میرے

دل میں ہے وہ خدا کے سوا ہے) اگر نفی کا مذاق ہوتا تو یہ کبھی سوال نہ کرتا۔

(۹) ایک بار حضرتؒ یہ بیان فرما رہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہے اور حاضرین پر خاص اثر تھا اتنے میں ایک شخص آیا جس کا ایک ہاتھ گل رہا تھا اور سخت تکلیف تھی۔ عرض کیا کہ حضرت سخت مصیبت میں گرفتار ہوں، ایک سال ہوا ایک شخص نے لڑائی میں دانت سے کاٹ لیا تھا اس کا زہر پھیل گیا۔ لہٰذا دعا کیجیے کہ اس سے نجات ہو۔ اس وقت مولانا اشرف علی تھانویؒ حاضر تھے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے وسوسہ پیدا ہوا کہ اس وقت حضرت کیا کریں گے، اگر دعا کی تو اس بیان کے موافق اُس دعا کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نعمت کو زائل کر دیجیے کیوں کہ بلا بھی نعمت ہوتی ہے اور اگر دعا نہ کی تو ایک اُمیدوار کا نا امید کرنا ہے۔ پھر یہ کہ شیخ جامع کو درجۂ طالب پر نزول کرنا چاہیے نہ کہ اُس کو اپنے درجے پر آنے کا مکلّف کرے۔ غرض میں سخت الجھن میں تھا کہ حضرتؒ نے فرمایا: بھائیو اس کے لیے دعا کرو اور ہاتھ اُٹھا کر پکار کر دعا کی۔ مضمون دعا یہ تھا کہ الٰہی ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ بلا بھی نعمت ہے، مگر ہم اپنے ضعف سے اس نعمت کا تحمل نہیں کر سکتے۔ اس لیے التجا ہے کہ آپ اِس نعمت کو مبدّل بہ نعمتِ صحت فرما دیجیے۔ میں اِس مضمون کو سن کر دنگ رہ گیا کہ اِن حضرات کو کون بتلا دے۔ خود قلب سے امواج علوم و معارف جوش زن ہوتی ہیں۔

(۱۰) کسی شخص نے حضرتؒ کی طرف سے جعلی خط بنا کر کسی امیر سے کچھ روپیہ وصول کر لیا تھا۔ کسی نے حضرتؒ سے مشورۃً عرض کیا کہ ایسے شخص کو تنبیہہ ہونا چاہیے۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا: "بھائی مجھ سے دین کا نفع تو کسی کو ہوا نہیں اگر میرے ذریعے سے یہ مُردار دنیا ہی کسی کو حاصل ہو جاوے تو مجھ کو حق تعالٰے سے شرم آتی ہے کہ اُس میں بھی بخل کروں اور اُس سے بھی دریغ کروں۔"

اشاعتِ علوم سے دلچسپی

حاجی صاحبؒ نے خود بھی تصنیف و تالیف کا کام کیا، اگرچہ انھیں اپنے باطنی مشاغل سے اِس کے لیے زیادہ وقت نہ ملتا تھا۔ انھوں نے دوسروں سے بھی بہت سے علمی کام لیے اور فرمایش کر کے بعض کتابیں لکھوائیں۔ اُن کی فرمایش سے سر سید احمد خاں مرحوم نے بھی ایک رسالے کا اُردو میں ترجمہ کیا تھا

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی کتاب "فصوص الحکم" کا ایک ترجمہ دیوبند میں حاجی صاحبؒ کی فرمائش سے ہوا تھا۔ اسی طرح انھوں نے شیخ نجیب الدین سہروردیؒ کی کتاب "آداب المریدین" کا اُردو ترجمہ کرنے کی فرمائش مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے کی۔ یہ شائع بھی ہوا تھا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اُن کے مکہ معظمہ میں قیام کے زمانے میں احمد بن عطاء اللہ اسکندری کی تصنیف التنویر کا اُردو ترجمہ "اکسیر فی اثبات التقدیر" ۱۳۱۲ھ میں کرنے پر مامور فرمایا۔ قطب الدین دمشقیؒ (ف ۸۰۰ھ) کی تالیف رسالہ مکیہ[1] کا ترجمہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کرایا جو امداد السلوک کے نام سے چھپا۔

کتاب اکمال الشیم کا اُردو ترجمہ بھی حاجی صاحبؒ کی فرمائش سے ہوا تھا[2]

مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگؒ کی کتاب "انوار احمدی" کا نام حاجی صاحبؒ نے ہی تجویز کیا تھا[3] اور مولانا انوار اللہ خاں کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ اس کا ایک باب "لمعۃ الانوار" کے نام سے علیحدہ کتابی صورت میں طبع کرائیں۔

اس کے علاوہ دینی مدارس کے قیام میں وہ بہت دل چسپی لیتے تھے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دار العلوم دیوبند، جامعہ قاسمیہ امروہہ جیسے مدارس کی خود بھی کچھ نہ کچھ مالی امداد فرماتے تھے اور اپنے مخلصین سے بھی اُن کو عطیات دلواتے تھے۔

---

[1] رسالہ مکیہ کا ترجمہ موسوم بہ امداد السلوک مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی نے بلالی پریس ساڈھورہ سے ۱۳۱۹ھ میں شائع کیا اس کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ محمد ضامن شہیدؒ نے اس کی فرمائش کی تھی۔

[2] یہ شیخ عطاء اللہ اسکندری (ف ۷۰۹ھ) کی کتاب الحکم العطائیہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کو مولانا علی متقی برہان پوری مؤلف کنز العمال (ف ۹۷۵ھ) نے ابواب میں مرتب کر کے تبویب الحکم نام رکھا تھا۔ حاجی صاحب کی فرمائش پر مولانا خلیل احمد سہارنپوری (ف ۱۳۴۶ھ/۲۹–۱۹۲۸) نے اُردو میں ترجمہ کیا۔ حاجی صاحبؒ نے اس کا نام اکمال الشیم تجویز کیا۔ مولانا محمد عبد اللہ گنگوہی (ف ۱۳۴۵ھ/۲۷–۱۹۲۶) نے اُردو ترجمے کو بعض مقامات پر سہل بنایا اور کچھ حواشی کا اضافہ کیا اور یہ اکمال الشیم کے نام سے شائع کیا گیا۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں یہ کتاب بطور نصاب پڑھائی جاتی تھی۔ اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۵ء میں دہلی سے چھپا تھا۔ ہمارے سامنے اس کا ادارہ اسلامیات لاہور کا شائع کردہ اپریل ۱۹۸۲ء کا ایڈیشن ہے۔

[3] مترجم مولوی انوار اللہ صاحب حیدر آبادی استاد نواب صاحب... حیدر آباد دکن نے، جو کہ فقیر کے خاص احباب میں سے ہیں، امسال مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً میں دو تین سال رہ کر ایک بڑی کتاب مسمیٰ از زبان فقیر بہ "انوار احمدی" چند مسائل کی تحقیق میں بڑی خوبی سے لکھی ہے۔ فقیر نے تا بحث آداب اس کتاب کو سنا خود مولانا ممدوح کی زبانی۔ فقیر بہت محظوظ و مسرور ہوا اللہ تعالیٰ اُن کے علم و عمر میں برکت کرے۔ ایک جدید طرز اور نئے انداز سے نہایت مفید اور کارآمد کتاب تالیف ہوئی ہے۔" (مکتوبات امدادیہ ص ۹۱ بنام مولانا اشرف علی تھانوی ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۶ء)

۵

حالات وملفوظات کے مصادر

حاجی صاحبؒ کے حالات وملفوظات زیادہ تر مولانا اشرف علی تھانویؒ کی بدولت ہم تک پہنچے ہیں۔ اِس سلسلے میں مندرجۂ ذیل کتابیں بنیادی ماٰخذ کی حیثیت رکھتی ہیں :

(۱) امداد المشتاق : مرتبہ مولانا اشرف علی تھانویؒ

حاجی صاحبؒ کے حالات، کرامات، ملفوظات، مکتوبات وغیرہ کا مجموعہ۔ اس کا نیا ایڈیشن راقم الحروف کے ایک طویل مقدمے کے ساتھ ۱۹۸۰ء میں دہلی سے شائع ہوچکا ہے۔

(۲) مرقوماتِ امدادیہ[1] :

حاجی صاحبؒ کے مکتوبات کا یہ مجموعہ ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء میں مولانا وحیدالدین رامپوری نے ترتیب دیا تھا۔ فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے پروفیسر عبدالحی صاحب نے کیا۔ اس پر کچھ حواشی مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اور کچھ مولانا وحیدالدین کے فرزند مولوی سعیدالدین رام پوری (ف ۱۹۲۹ء) نے لکھے۔ اسے امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق کے ساتھ شامل کیا گیا تھا۔ راقم الحروف نے ایک طویل مقدمہ کا اضافہ کرکے اس کا نیا ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں دہلی سے شائع کیا۔

(۳) کمالاتِ امدادیہ : مرتبہ مولانا اشرف علی تھانویؒ

اس مختصر رسالے میں مولانا تھانویؒ نے حاجی صاحبؒ کے حالات و روحانی کمالات کا بیان کیا ہے۔ کئی بار شائع ہوچکا ہے۔

(۴) کراماتِ امدادیہ : مرتبہ مولانا اشرف علی تھانویؒ

اس میں حاجی صاحبؒ کے بعض واقعات اور کرامات کا بیان ہوا ہے۔ ابتدا میں

---

[1] ان کے علاوہ حاجی صاحبؒ کے خطوط متفرق کتب و رسائل میں بھی بکھرے ہوئے ہیں مثلاً تبرکات مرتبہ نورالحسن راشد (کاندھلہ ۱۹۷۰ء) میں ایک خط، مکتوباتِ رشیدیہ مرتبہ عاشق الٰہی میرٹھی (عزیز المطابع میرٹھ) میں ۲۰ خطوط شامل ہیں۔ مولوی نورالحسن راشد کاندھلوی نے چھ غیر مطبوعہ خطوط الفرقان لکھنؤ (اپریل ۱۹۶۹ء) میں شائع کرائے تھے۔ ایک خط البلاغ میں مئی ۱۹۷۰ء میں چھپا۔ وغیرہ
زیرِ نظر مجموعہ اس اعتبار سے بھی نادر ہے کہ پہلی بار ایک مستقل کتاب کی صورت میں خطوط کے عکس کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

مولانا تھانوی نے کرامت سے متعلق مسائل پر کچھ ضروری باتیں لکھی ہیں۔ پھر حاجی صاحب کی ۱۲۷ کرامتوں کا بیان ہے جن کے راویوں میں حافظ عبدالقادر تھانوی، قاری احمد مکی، شاہ محمد حسین الہ آبادی، حکیم مقبول احمد، مولوی نظام الدین کیرانوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولوی محمد اسمٰعیل کانپوری، عبدالغنی بہاری، وغیرہ شامل ہیں۔ بعض روایات شمائم امدادیہ سے لے لی ہیں۔ پھر ضمیر کرامات امدادیہ میں مولانا گنگوہی کی بیان کردہ روایات ہیں۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہوئی ہے ہمارے سامنے کتب خانہ ہادی دیو بند کا ایڈیشن ہے۔

(۵) **مکتوبات امدادیہ مع صد فوائد** : مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی

یہ (۵۰) خطوط کا مجموعہ مولانا تھانوی نے مرتب کیا اور اس پر سو حاشیے وضاحت کے لیے لکھے تھے۔ کئی بار شائع ہو چکی ہے۔

(۶) **شمائم امدادیہ** : یہ نفحات مکیہ من مآثر امدادیہ (فارسی) کا اردو ترجمہ ہے۔ جو حاجی محمد مرتضیٰ خاں قنوجی کی تالیف ہے۔ اس کے حصۂ اول میں سات نفحات (ابواب) ہیں اور حاجی صاحب کا ایک خط بنام مولوی عبدالعزیز امروہوی بھی شامل کر لیا گیا ہے جو مسئلہ وحدت الوجود سے متعلق ہے۔ یہ کئی بار شائع ہوئی ہے ہمارے سامنے کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ مغربی پاکستان کا ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء کا ایڈیشن ہے۔

(۷) **امداد الصادقین** : مرتبہ مولوی صادق الیقین ساکن کرسی (اودھ)

اس میں حاجی صاحب کے ملفوظات بزبان فارسی جمع کیے گئے تھے۔ ان کا ترجمہ شمائم امدادیہ کے آخر میں شامل کیا گیا (۱۳۱۴ھ/۹۶ - ۱۸۹۷ء) اور اُسے شمائم امدادیہ حصہ دوم کہا گیا ہے۔ اس کے بعد بعض ملفوظ نوشتہ مولانا اشرف علی تھانوی بھی شامل ہیں۔

(۸) **مجموعہ ملفوظات** : مرتبہ مولانا احمد حسن کانپوری

یہ ملفوظات مولانا احمد حسن کانپوری نے جمع کیے تھے ان کا ترجمہ شمائم امدادیہ میں بطور حصہ سوم شامل کر لیا گیا (۱۳۱۴ھ/۹۶ - ۱۸۹۷ء)

(۹) **معارف امدادیہ** : مرتبہ محمد اقبال قریشی شائع کردہ لاہور ۱۹۸۲ء

اس میں مولانا تھانوی کے ملفوظات اور مواعظ کے مختلف مجموعوں سے حاجی صاحبؒ کے ملفوظات کا انتخاب کیا گیا ہے۔

(۱۰) حیاتِ امدادیہ : پروفیسر محمد انوار الحسن انور (مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ۱۹۶۵)

یہ حاجی صاحبؒ کی سوانح عمری اور اُن کی تصانیف کے تعارف پر مشتمل ہے۔ بعض غیر ضروری مباحث بھی اس میں آ گئے ہیں۔ بظاہر مصنف نے کسی نئے ماخذ سے استفادہ نہیں کیا۔

نوادرِ امدادیہ کے مکتوب الیہم

اِس مجموعے میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ۹ خطوط شامل ہیں یہ تین حضرات کے نام لکھے گئے ہیں:

(۱) مولانا عبدالسمیعؒ بیدل[1] (۲) شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

(۳) مولانا خلیل احمد انبیٹھوی (۴) نذیر احمد خاں

اِن مکتوب الیہم میں فی الحال نذیر احمد خاں کے بارے میں معلومات فراہم نہ ہو سکیں۔ باقی دو حضرات کا کچھ حال علیحدہ لکھنا ضروری نہیں، مناسب ہوگا کہ صرف مولانا بیدلؒ کے بارے میں کچھ باتیں یہاں درج کر دی جائیں۔

(۱) مولانا عبدالسمیع بیدلؒ رامپوری

مولانا عبدالسمیعؒ بیدل جن کی تالیف ”انوارِ ساطعہ“ مشہور رہی ہے، رامپور منیہاران (ضلع سہارنپور) کے رہنے والے تھے۔ اِن کے والد حکیم محمد یوسف انصاری تھے۔ بیدل کی تعلیم نجی طور پر ہوئی، کچھ استفادہ مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے بھی کیا۔ ۱۲۷۰ھ (۵۳ – ۱۸۵۴ء) میں مزید تعلیم کے لیے دہلی گئے اور مولانا امام بخش صہبائی سے فارسی پڑھی عربی کا درس مفتی صدرالدین آزردہ سے لیا۔ اُسی زمانے میں شاعری کا ذوق ہوا اور میرزا غالب کی شاگردی اختیار کی۔ طرازِ سخن کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غالب سے تلمذ کا علاقہ ۱۲۷۰ھ/۵۳ – ۱۸۵۴ء میں قائم ہوا۔

حصولِ تعلیم کے بعد ۱۲۷۷ھ (۹۰ – ۱۸۶۱ء) میں رڑکی ضلع سہارنپور میں ایک برہمن کے بیٹے ناہر سنگھ کی تعلیم و تربیت پر مقرر ہوئے وہ اِن کی بزرگی اور سیرت کی خوبیوں سے اتنا متاثر ہوا کہ اِن کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ خلیل الرحمٰن نام رکھا گیا۔ یہ وہی مولانا

---

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے۔ مالک رام : تلامذۂ غالب ص ۸۳ – ۸۹
محمد ایوب قادری : غالب اور عصرِ غالب ۱۶۵ – ۱۶۹
رسالہ اردوئے معلیٰ (دہلی یونیورسٹی) غالب نمبر حصہ اول ۱۹۶۰ء
: حیاتِ بخیر ۷۶ – ۸۲

خلیل الرحمٰن، ہیں جو علوم دینیہ کے ماہر ہوئے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، خلافت و اجازت پائی۔ یہ ہجرت کرکے مکہ معظمہ میں مقیم ہو گئے تھے وہیں انتقال ہوا اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ مالک رام صاحب نے لکھا ہے:

"مولوی عبدالسمیع رڑکی سے نکلے تو اپنے وطن پہنچے۔ حسنِ اتفاق سے انھیں ایام میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ہندستان آئے ہوئے تھے۔ اپنی تعلیم و تربیت اور اُفتادِ طبع کے زیر اثر عبدالسمیع اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حاجی صاحبؒ نے اُن کے علم و تقویٰ سے متاثر ہو کر انھیں اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کرلیا۔ روایت ہے کہ عبدالسمیعؒ صاحب نے موصوف کی بیعت قصبۂ جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر) میں اُسی درخت کے نیچے کی تھی جہاں کسی زمانے میں خود حاجی صاحبؒ نے اپنے پیرِ طریقت حضرت میاں نور محمد جھنجھانویؒ کی بیعت کی تھی"[1]

اس بیان میں یہ بات صحیح نہیں کہ "حسنِ اتفاق سے "حاجی صاحبؒ ہندستان آئے ہوئے تھے" وہ یہاں سے ہجرت کرکے گئے تو کبھی واپس نہیں آئے، مولانا عبدالسمیعؒ نے اُن کی ہجرت سے قبل بیعت کی ہوگی، حاجی صاحبؒ خط و کتابت کے ذریعے غائبانہ بیعت بھی قبول فرمایا کرتے تھے یہ واقعہ پہلے سفرِ حج کے بعد کا ہو سکتا ہے۔

لال کرتی میرٹھ کے ایک ممتاز رئیس شیخ الٰہی بخش (ف ۲۱ مئی ۱۸۸۲ء) کے اولاد نہیں تھی اپنے بھتیجوں کی تعلیم و تربیت کے لیے اُنھوں نے مولانا عبدالسمیع کو طلب کیا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ کوٹھی کے احاطے میں ہی ایک وسیع مسجد ہے اُسی سے متصل حجرے میں مولانا عبدالسمیعؒ رہتے تھے اور شیخ عبدالکریم کے بیٹوں شیخ غلام محی الدین، خان بہادر وحید الدین، خان بہادر بھیا بشیر الدین کو تعلیم دیتے تھے۔

مولانا بیدلؒ ۴۰ سال تک خان بہادر کی کوٹھی (لال کرتی میرٹھ) میں مقیم رہے وہیں سہ شنبہ یکم محرم ۱۳۱۸ھ / یکم مئی ۱۹۰۰ء کو انتقال فرمایا اور خان بہادر کے خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئے[2]

---

[1] تلامذۂ غالب (طبع ۱۹۸۴ء) ص ۸۵–۸۶ [2] محمد ایوب قادری مرحوم نے مولانا امداد صابری کی تالیف "سیرت حاجی امداد اللہ اور ان کے خلفا" (دہلی ۱۹۸۵ء) کا جو اقتباس دیا ہے اس میں تاریخ وفات "یکم محرم الحرام ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۰۱ء بروز شنبہ" بتائی ہے۔ مگر اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔

ان کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے حکیم محمد میاں تھے انھوں نے حکیم عبدالمجید خاں (فرزند حکیم محمود خاں) سے علم طب سیکھا تھا۔ میرٹھ میں مطب کرتے تھے وہیں ۶ محرم ۱۳۵۹ھ/۱۴ فروری ۱۹۴۰ء کو انتقال ہوا اور اپنے والد کے پہلو میں آسودہ ہوئے۔

مولانا عبدالسمیع بیدل کی بارہ تصنیفات کی فہرست مالک رام صاحب نے دی ہے:

(۱) دافع الاوہام فی محفل خیر الانام (لکھنؤ ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) محفل میلاد کی تائید میں ہے

(۲) انوارِ ساطعہ در بیانِ مولود و فاتحہ (میرٹھ ۱۳۰۲ھ/۸۴-۱۸۸۵ء) [1]

(۳) راحۃ القلوب فی مولدِ المحبوب (دہلی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء)

(۴) بہارِ جنت (میلاد شریف) (کانپور ۱۳۱۰ھ/۹۳-۱۸۹۲ء)

(۵) سلسبیل فی مولدِ ہادی السبیل (میرٹھ ۱۳۱۲ھ/۹۵-۱۸۹۴ء) [2]

(۶) نورِ ایمان (نعتیہ کلام) (میرٹھ ۱۳۱۲ھ/۹۵-۱۸۹۴ء)

(۷) حمدِ باری (دہلی ۱۹۱۲ء - بارہا چھپی ہے) بچوں کے لیے نصابی کتاب ہے

(۸) طرازِ سخن (مجموعۂ کلام) (میرٹھ ۱۳۱۴ھ/۹۷-۱۸۹۶ء) [3]

(۹) جوہرِ لطیف (نعتیہ مثنوی) (میرٹھ ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

(۱۰) فیضانِ قدسی (فضائل آیۃ الکرسی) (دلی ۱۹۲۷ء)

(۱۱) وسیلۂ مغفرت (مجموعۂ ادعیہ) نماز کی تعلیم اور ماثور دعاؤں پر مشتمل ہے

(۱۲) مظہر الحق (اس کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی)

مولانا بیدل کا بیشتر کلام اور بعض دوسری تالیفات ضائع ہو گئیں۔

انوارِ ساطعہ در بیانِ مولود و فاتحہ

مولانا عبدالسمیع بیدل کی تصانیف میں یہ کتاب علمی اور دینی اعتبار سے بہت اہم ہے۔

---

[1] نوادر امداد میں شامل خطوط کا تعلق اسی کتاب سے ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے علیحدہ درج کی ہے۔

[2] ۲۰ صفحات کا منظوم رسالہ ہے۔ کئی بار شائع ہوا۔ ہمارے ذخیرے میں جو تھا ایڈیشن ہے جو مولانا عبدالسمیع بیدل کے فرزند حکیم محمد میاں نے ساقی پریس میرٹھ میں (۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) چھپوایا تھا۔

[3] ۷۸ صفحات کا یہ رسالہ ہے جس میں متفرق اشعار اور غزلیں ہیں۔ محمود پریس میرٹھ سے شائع ہوا تھا۔ اس کے شروع میں خان بہادر شیخ بشیر الدین مرحوم کا لکھا ہوا دیباچہ بھی ہے۔

نوادر امدادیہ میں شامل خطوط کا پس منظر سمجھنے کے لیے اس کتاب کا تعارف کسی قدر تفصیل سے کرانا ضروری ہے۔

۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں دیوبند، گنگوہ، سہارن پور وغیرہ کے بعض علماء کی طرف سے یکے بعد دیگرے دو فتوے شائع ہوئے۔ مولانا بیدل نے اِن فتوؤں کی تردید میں یہ کتاب لکھی۔ انوار ساطعہ کے مقدمے میں وہ لکھتے ہیں:

"۱۳۰۲ھ میں دہلی کے تین علمائے غیر مقلد اور علمائے دیوبند و گنگوہ و سہارنپور کی حسن توجہ سے اور مطبع ہاشمی میرٹھ کی سعی سے ایک فتویٰ چار ورق پر چھپ کر اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا۔ اس کی لوح سرنوشت یہ تھی: "فتویٰ مولود و عرس وغیرہ"۔ خلاصہ مضمون اُس کا یہ ہے کہ محفل مولد شریف ... بدعت ضلالت اور اسی طرح اموات کی فاتحہ درود جو ہندوستان میں رائج ہے یہ سب حرام اور رسم بد اور معصیت ہے۔

کچھ دن اس پر نہ گزرے کہ دوسرا فتویٰ چوبیس صفحے کا اسی مطبع ہاشمی میں چھپ کر مشتہر ہوا۔ اس کا نام لوح پر یہ لکھا: "فتویٰ میلاد شریف یعنی مولود مع دیگر فتاویٰ"۔

اس فتوے میں زیادہ تر مذمت میلاد شریف کی ہے اور وہ چو ورقہ جو پہلے چھپا تھا پھر دوبارہ اس میں چھپا۔ مجھ سے بعض اخوانِ طریقت نے بہ تاکید تمام یہ فرمائش کی کہ اس فتوے کے سبب کچے دل کے آدمی تشکیکات میں پڑ جاتے ہیں اور معاندین اِس فتوے کو جا بجا دکھاتے ہیں، اور اِس فتوے کو پڑھ پڑھ کر اپنے مسلمان بھائیوں کو بے دردی سے چڑاتے ہیں، اور فتنے کی آگ جو اس قسم کی تحریکات نفسانی سے بھڑکتی ہے بھڑکاتے ہیں۔ اب تم کو چاہیے کہ تم خبر لو اور ایک قولِ حق اِفراط و تفریط سے خالی اس باب میں لکھ دو، ورنہ عوام حیزِ خام گرداب ضلالت میں ڈوب جائیں گے اور پھر کبھی ساحل ہدایت کی طرف خروج نہ پائیں گے تب حضرت مُلہِمُ الصِّدق والصَّواب نے جس کے

قبضۂ قدرت میں بنی آدم کا دل ہے، میرے دل میں یہ ڈال دیا کہ بالضرور اس مقدمے میں ایک حکیم فیصل لکھنا چاہیئے اور عوام کو تشکیکات ردّ و جدال میں نہ رکھنا چاہیئے۔ تب میں نے یہ رسالہ لکھا اور نام اس کا "انوارِ ساطعہ در بیانِ مولود و فاتحہ" رکھا۔"

مولانا بیدلؒ کی اس کتاب پر جن علماء نے تصدیق و تائید میں دستخط کیے یا تقریظیں لکھیں اُن کے نام یہ ہیں:

(۱) مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھیؒ (ف ۱۹۱۶ء)

(۲) مولانا فیض الحسنؒ سہارن پوری (ف ۱۸۸۷ء)

(۳) مولانا غلام دستگیر قصوریؒ (ف ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء)

(۴) مولانا ارشاد حسین رامپوریؒ (ف ۱۸۹۳ء)

(۵) مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ (ف ۱۹۲۱ء)

(۶) مولانا عبد القادر بدایونیؒ (ف ۱۹۰۱ء)

(۷) مولانا وکیل احمد سکندر پوریؒ (ف ۱۳۲۲ء)

(۸) مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹیؒ (ف ۱۹۰۸ء)

(۹) مولانا عبد الحق حقانیؒ (ف ۱۹۱۷ء)

کتاب کے آخر میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی تصدیق و تائید بھی شامل ہے۔

براہینِ قاطعہ

انوارِ ساطعہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۰۷ھ/۸۹-۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔ اُس کے ردّ میں کتاب "البراہین القاطعہ علیٰ ظلام الأنوار السّاطعہ" مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی۔ یہ دراصل مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھی تھی اور مولانا خلیل احمد کے نام سے چھپی۔

اس کا پورا نام "البراہین القاطعہ علیٰ ظلام الأنوار السّاطعہ الملقّب بالدّلائل الواضحہ علیٰ کراہۃ التّروج من المولود والفاتحہ" ہے۔ بڑے سائز کے ۲۷۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب

مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی تاجر کتب گنگوہ ضلع سہارن پور نے مولانا رشید احمد گنگوہی کی فرمایش سے بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ میں ۱۳۰۴ھ میں چھپوائی۔ اس کا لب ولہجہ ابتدا سے ہی تلخ اور جارحانہ ہے۔ چند فقرے ملاحظہ ہوں :

"اس سنہ تیرہ سو تین (۱۳۰۳ھ) ہجری کے ماہ شعبان میں ایک کتاب مسمیٰ بہ انوار ساطعہ کہ فی الواقع وہ ظلمات باطلہ ہے، اس احقر کی نظر سے گزری کہ اس کے مؤلف نے صراحۃً علمائے راسخین اور اولیائے مقبولین پر طعن و تشنیع کر کے مورد "مَنْ عَادٰی وَلِیًّا لِیْ فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ"[1] کا ہوا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ وہ خود علم و فہم سے بالکل عاری، جہلِ مرکب کا مبتلا ہے، نہ سائل کی مراد سے واقف ہوا، نہ مجیب کے جواب کو سمجھا... باوصف اس زعم و تبختر و ناز اپنے علم کے، کہ جہلِ مرکب ہے، اپنے نام کو سترِ اخفا میں مکنون کیا ہے[2]... چونکہ مؤلف مجمعِ جہلاء میں فخراً اس تالیف کو بزعمِ خود بے مثل تصور کر کے... داد چاہتا ہے اور بریں فہم و دانش و علم چند جہلا کی تحسین پر اپنے جامے میں نہیں سماتا۔ مؤلف اس کا مولوی عبد السمیع رامپوری ہے جو میرٹھ میں بر مکان شیخ الٰہی بخش مرحوم رہتا ہے۔"

مولانا عبد السمیع بیدلؒ کی تائید میں حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ تحریر بھی ملاحظہ طلب ہے۔

کلمات طیبات مرشد زمان ہادی دوران حضور مرشدی مولائی کہفی وملجائی المشتہر بالالسنۃ والافواہ۔
الحافظ الحاج المہاجر مولانا شاہ امداد اللہ متع اللہ المسلمین بامدادہ وارشادہ
بعد حمد وصلوٰۃ فقیر حقیر امداد اللہ عرض می نماید کہ درین ولا چیزے کیفیت اعتقاد مذہب ومشرب خود کہ جامع شریعت وطریقت می دانم بر قلم آوردن مناسب افتاد۔
باید دانست وبر غور باید شنید کہ فقیر مدعی مذہب حنفی ومشرب صوفی است، اگرچہ در دعوی خود کامل نباشد مگر خود را حنفی مذہب وصوفی مشرب میگویاند ومی شمارد۔ زیرا کہ فقیر را ازلہ

---

[1] یعنی جس نے میرے کسی دوست سے عداوت رکھی میں اس سے جنگ کرنے کی اجازت دیتا ہوں
[2] یعنی پردہ گمنامی میں چھپایا ہے۔ غالباً انوار ساطعہ کے پہلے ایڈیشن پر مصنف کا نام نہیں چھپا ہے۔

عقل ونقل محقق ومعلوم شد کہ ہر قدر کہ فہم معانی قرآنی و ادراک حقائق ومعارف کلام الٰہی جل شانہ و فہم و ادراک حدیث مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم این دو گروہ یعنی علمائے مجتہدین احناف و محققان ومشائخ صوفیہ را حاصل ونصیب است، دیگران این درجہ ندارند کہ از یک مسئلہ مسائل کثیرہ استخراج کردہ اند، و پشت و پناہ دینِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم گشتہ اند رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ لہٰذا فقیر بدل مقلد ہر دو فریق موصوف گشتہ مذہب ومشرب ایشان اختیار کردہ است وفوائد بسیار ظاہری و باطنی حاصل کردہ است ومی کند وعُقباہٗ و فق رب و ننۃ تعین۔

پس معتقد ومختار فقیر آنست کہ دران مسئلہ کہ این ہر دو فریق متفق اند یعنی احناف و صوفیہ، فقیر بے تکرار و بحث بذل نمودہ بران کار بند مشود و دران مسئلہ کہ فریقین یعنی صوفین را اختلاف واقع شدہ، دران مسئلہ دیدہ خواہد شد کہ اگر آن اختلاف در حقائق ومعارف و توحید است رجوع بہ صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالےٰ کردہ خواہد شد، زیرا کہ این گروہ محقق و اہل کشف ہستند و فریق ثانی نظر و فکرِ عقلی را دخل می دہند، و اگر اختلاف در مسائل عبادات ومعاملات است دران نیز غور کردہ خواہد شد، پس اگر آن اختلاف در مسائلِ اعمالِ جوارح تعلق دارد با اہلِ مذہب حنفی رجوع کردہ آید و اگر اختلاف در اعمالِ قلبی است رجوع بہ صوفیہ خواہد شد۔ (دستور العمل حضور مرقومہ ۱۳۰۶ھ) لہ

(ترجمہ)

حمد وصلوٰۃ کے بعد فقیر حقیر امداد اللہ عرض کرتا ہے کہ اس زمانے میں اپنے مذہب و مشرب کے بارے میں جسے شریعت وطریقت کا جامع جانتا ہوں کچھ لکھنا مناسب معلوم ہوا۔

جاننا چاہیے اور غور سے سننا چاہیے کہ فقیر حنفی مذہب اور صوفی مشرب ہونے کا مدّعی ہے، خواہ اپنے دعوے میں کامل نہ ہو مگر خود کو حنفی مذہب و صوفی مشرب کہلواتا ہے اور ایسا ہی گنتا ہے اس لیے کہ فقیر کو عقل ونقل سے یہ بہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ معانی قرآنی کا جیسا فہم اور کلام الٰہی کے حقائق ومعارف کا ادراک اور حدیثِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی سمجھ ان دو فریقوں یعنی حنفی علمائے مجتہدین اور محققین مشائخ صوفیہ کو حاصل اور نصیب ہے دوسروں کو

لہ انوار ساطعہ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۳ھ) ص ۳۲۴ - ۳۲۵

یہ وجہ نہیں ہے کہ ایک مسئلے سے بہت سے مسائل نکالے ہیں اور دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت و پناہ بن گئے ہیں۔ اللہ اُن سب سے راضی ہو۔

لہٰذا فقیر ان ہر دو فریق کا دل سے معتقد ہے اور ان کا مذہب و مشرب اختیار کیا ہے اور بہت سے ظاہری و باطنی فوائد پائے ہیں اور پا رہا ہے۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور اُسی سے ہم مدد چاہتے ہیں[1]۔

لہٰذا فقیر کا عقیدہ اور مذہب مختار یہ ہے کہ جن مسائل میں یہ دونوں فریق متفق ہیں۔ یعنی علمائے احناف و صوفیہ — فقیر بحث و تکرار کے بغیر اُن پر کاربند ہوتا ہے اور جس مسئلے میں ان دونوں فریقوں کا اختلاف واقع ہو تو اُس مسئلہ میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر وہ اختلاف حقائق و معارف و توحید میں ہے تو صوفیۂ کرام رحمہم اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کیا جائے گا کیوں کہ گروہ اہلِ تحقیق اور اہلِ کشف کا ہے اور فریقِ ثانی (علماء) عقلی دلیلوں کو دخل دیتے ہیں اور اگر اختلاف عبادات و معاملات کے مسائل میں ہے تو اس میں بھی غور کیا جائے گا۔ اگر وہ اختلاف اُن اعمال سے تعلق رکھتا ہے جو اعضاء و جوارح سے سرزد ہوتے ہیں تو علمائے احناف کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر اختلاف اعمالِ قلبی میں ہے تو صوفیہ کی طرف رجوع ہو گا۔ (۱۳۰۶ھ)

رسالہ انوارِ ساطعہ پر اپنی تقریظ میں مجاہدِ جلیل حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی (مہتمم مدرسہ صولتیہ، عمارۃ الباب مکہ معظمہ) نے لکھا تھا:

---

[1] حاجی صاحب نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو اپنے مکتوب ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ روز شنبہ [illegible] میں لکھا تھا۔ "...فقیر تو آپ کے سب حرکات و سکنات و اقوال و افعال کو نتیجِ حسنات و برکات و موافقِ شریعت و طریقت سمجھتا ہے اور کل امور میں مخلص و صادق یقین کرتا ہے، لیکن اب اس بات کا بہت رنج رہتا ہے، بلکہ اگر دنیا میں کوئی رنج و غم ہے تو یہی ہے کہ چند مسائل میں آپ کی رائے علمائے دیگر و مشائخ زمان کے خلاف ہے۔ فقیر کو خلافِ رائے کا رنج نہیں کہ اختلاف امت مرحومہ کے واسطے رحمت ہے و صحابہ رضی اللہ عنہم و علمائے متقدمین و متأخرین [illegible] اختلافِ رائے تھا، رنج اس امر کا ہے کہ خلافِ مصلحت ایسے [illegible] زمانہ و پرفتن وقت میں ان کے اظہار سے بڑی بڑی [illegible] میں دقت تشویش پیدا ہو گئیں۔ دوست متوہم و متوحش ہو گئے، دشمن کو اپنے حصولِ مطالب کا بڑا موقع ملا اور شیطان کو بھی ایک [illegible] ہاتھ لگ گیا... فقیر کے نزدیک یہی مصلحت و نیک صلاح ہے کہ [illegible] [illegible] سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] دونوں مسئلے سے رجوع کیا جائے۔ سب کو [illegible] مصلحت ہے [illegible] — دیکھیے مکتوبات [illegible]

([illegible] ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء)

• اس رسالے کو میں نے اول سے آخر تک اچھی طرح سنا۔ اُسلوب عجیب اور طرز غریب بہت ہی پسند آیا اگر اس کے وصف میں کچھ لکھوں تو لوگ اُسے مبالغے پر حمل کریں گے اس لیے اُس کو چھوڑ کر دعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اِس کے مصنف کو اجر جمیل اور ثواب جزیل عطا فرماوے اور اس رسالے سے منکروں کے تعصب بے جا کو توڑ کے اُن کو راہ راست پر لاوے اور مصنف کے علم اور فیض اور تندرستی میں برکت بخشے اور میرے اساتذۂ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا... پچ پچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ع : برین زیستم ہم برین بگذرم

... انعقاد مجلس میلاد بہ شرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے... بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر... صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جاوے اور بعد اس کے... اس میں کچھ حرج نہیں، بلکہ اس زمانے میں جو... میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف سے آریہ لوگ جو — خدا اُن کو ہدایت کرے — پادریوں کی طرح بلکہ اُن سے زیادہ شور مچا رہے ہیں، ایسی محفل کا انعقاد، اُن شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں، اِس وقت میں فرضِ کفایہ ہے میں مسلمان بھائیوں کو بہ طور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کے کرنے سے نہ رکیں اور اقوالِ بیجا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز التفات نہ کریں۔ اور تعیینِ یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اُس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی حرج نہیں اور جواز اُس کا بہ خوبی ثابت ہے اور قیام وقتِ ذکرِ میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علمائے صالحین نے متکلمین اور صوفیہ صافیہ اور علمائے محدثین نے جائز رکھا ہے اور صاحبِ رسالہ نے اچھی طرح اِن اُمور کو ظاہر کیا ہے۔ اور تعجب ہے ان منکروں سے، ایسے بڑھے کہ فاکہانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلفِ صالح کو متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور ان کو ضال مُضِل بتلایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اس میں اُن لوگوں کے استاد اور پیر بھی تھے مثل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ اور اُن کے صاحبزادے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور اُن کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ان کے

سوائے حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی قدس اللہ اسرارہم، سب کے سب انھیں ضالٌ مُضلّ میں داخل ہوئے جاتے ہیں۔ اُف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیارِ عجمیہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر۔ یا اللہ ہمیں اور اُن کو ہدایت کر اور سیدھے رستے پر چلا۔ آمین ثم آمین۔

اور وہ جو بعضے میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ عرب کے خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں اور ظاہر نہیں کرتا، بالکل جھوٹ ہے اور اُن کا قول مغالطہ دہی ہے۔

میں بہ حلف کہتا ہوں کہ میں نے کبھی حضرت سلطان کے سامنے، جو میرے نزدیک خلاف واقع ہو، اُن کی رعایت یا اُن کے وزراء و امرا کی رعایت سے کبھی نہیں کہا بلکہ صاف صاف دونوں دفعہ میں، جو میں بلایا گیا ہوں کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا اُن کے وزراء و اُمرا ناراض ہوں گے اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نوری پاشا کہ بڑے بادشاہ ہیبت اور زبردست تھے اور اپنے علم کی مخالفت کو بدترین اُمور کا سمجھتے تھے میری گفتگو سخت جو مجلسِ عام میں آئی تمام حجاز والے خاص کر حرمین کے بڑے چھوٹے سب کے سب بہ خوبی جانتے ہیں، بلکہ اگر میں تقیہ کرتا تو ان حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا، مجھے یقین ہے کہ جب اُن کے ہاتھ سے امام سُبکیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ اور ابنِ حجرؒ اور ہزار ہا علمائے تقویٰ شعار خاص کر اُن کے استادوں اور پیروں میں شاہ ولی اللہؒ وغیرہ قدس اللہ اسرارہم۔ نہ چھوٹے تو میں غریب زمان کے سلسلہ استادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ پیروں میں، کس طرح چھوٹوں گا؟ یہ تو ہر طرح سے تفسیق اور بلکہ تکفیر میں قصور نہ کریں گے۔ پر میں اُن کی اِن حرکات سے نہیں ڈرتا اور جو میرے ان اقوال کی تائید اور سند مولف رسالہ نے جابجا تحریر فرمائی ہے اُسی پر اکتفا کرتا ہوں واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

فقط أمر برقمه وقال بفمه الراجي رحمة ربه المنّان محمد رحمت الله بن خليل الرحمٰن غفر لهما الله المنّان۔

محمد رحمت اللہ ۱۲۵۳ھ

مُہر

انوارِ ساطعہ کے مضامین کی تائید میں حاجی صاحبؒ نے متعدد خطوط میں مولانا عبدالسمیع بیدل کو واضح الفاظ میں لکھا ہے۔ مثلاً:

(۱) "میں خود مولود شریف پڑھواتا ہوں اور قیام کرتا ہوں اور ایک روز میرا یہ حال ہوا کہ بعد قیام سب بیٹھ گئے مگر میں بے خبر کھڑا رہ گیا، بعد دیر کے مجھ کو ہوش آیا تب بیٹھا۔"

(بنام مولوی عبدالسمیع بیدلؒ ۳ ربیع الآخر ۱۳۰۳ھ/ بحوالہ انوارِ ساطعہ ص ۳۲۷)

(۲) "انوارِ ساطعہ را از اول تا آخر شنیدم و بر غور و تدبر نظر کردم، ہر تحقیق را موافق مذہب و مشرب خود و بزرگانِ خود یافتم۔"

(بنام مولوی عبدالسمیعؒ بیدل مکتوب ۱۱۔ رجب ۱۳۰۳ھ/ انوارِ ساطعہ ص ۳۲۷)

(۳) فی الحقیقۃ۔ نفسِ مطلب کتاب انوارِ ساطعہ موافق مذہب و مشربِ فقیر و بزرگانِ فقیر است۔ خوب نوشتید۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اللہ تعالےٰ ما و شما و جمیع مومنان را در ذوق و شوق و محبتِ خود داشتہ حسنِ خاتمہ نصیب کند۔ آمین

(بنام مولوی عبدالسمیعؒ بیدل مکتوب ۲۲ شوال ۱۳۰۴ھ/ بحوالہ انوارِ ساطعہ ص ۳۲۷)

(۴) "انوارِ ساطعہ کے اکثر مسائل میں فقیر دل سے متفق ہوا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت التجا و دعا کی یا اللہ اگر میں اِن مسائل میں صراطِ مستقیم پر ہوں اور حق بجانب ہوں تو اس کتاب کو مقبولِ علمائے دیار و امصار و اہلِ اسلام کر۔ چنانچہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو قبول فرمایا کہ تمام علمائے حرمین شریفین و بلادِ اسلام اس کے مسائل میں متفق ہیں اور خود کتاب کو بھی پسند کرتے ہیں۔"

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ

بنام مولوی عبدالسمیعؒ بیدل۔ مکتوب ۱۰ رمضان روز پنجشنبہ ۱۳۰۷ھ/ ۲۹ اپریل ۱۸۹۰ء)

مَکتوبات

(۱)

۷۸۶

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت عزیزم مولوی عبدالسمیع صاحب دام محبتہ و معرفتہ باللہ

بعد سلام مسنون و دعاے ترقی درجات عالیات مطالعہ نمایند مکاتبہ عزیزہ مع پارچہ محمل ( ) بعد عرصہ دو سال رسیدہ مسرور ساخت جزاکم اللہ خیر الجزاء اللہ تعالے آن عزیز را با ذوق شوق خود و تعلیم علم و عمل و ہدایت خلق اللہ سلامت بکرامت دارد۔ پارسال گزشتہ باستماع خبر آمدن میاں حاجی معین الدین صاحب یقین بود کہ آن عزیز نیز بہ معیت اوشان بیایند چونکہ اوشان تشریف آوردند و بافقیر ملاقی شدند بزبانی شان معلوم شد کہ آن عزیز بروقت روانگی اوشان این طرف، بوطن رفتہ بودند خیریت معلوم شد۔ اللہ تعالے آن عزیز را از فضل خویش سببے سازد کہ حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ میسر آید و باین بہانہ فقیر ہم از ملاقات شما سرور حاصل نماید۔ رسالہ ارشاد مرشد کہ براے عزیزان خود نوشتہ بودم بخدمت آن عزیز خواہد رسید دران اوراد یکہ معمول خود اند نوشتہ ام بقدر ( )

بخدمت حافظ عنایت اللہ صاحب و مکرمی حاجی حافظ عبدالکریم صاحب و میاں حاجی معین الدین صاحب و حاجی عبداللہ خاں صاحب وغیرہ دیگر دوستاں سلام برسد۔

برحاشیہ:

از مولوی رحمت اللہ و حافظ عبداللہ سلام برسد۔ و شاہ مولوی عبدالغنی صاحب مرحوم نقشبندی بمدینہ منورہ شنیدہ ام کہ بتاریخ ششم محرم راہی ملک بقا شدند إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ شخص واصل بودند، حق تعالی اوشان را بمرتبہ علیا رساند۔ آمین۔

اس خط میں حضرت شاہ عبدالغنی نقشبندی کے انتقال کی اطلاع ہے، ان کی وفات چہارشنبہ محرم ۱۲۹۶ھ/یکم جنوری ۱۸۷۹ء کو ہوئی تھی۔ یہ خط اسی زمانے میں لکھا گیا ہے۔

(۲)

مہر محمد امداد اللہ فاروقی
۱۲۷۹ھ

عزیزی ومحبی مولوی عبد السمیع صاحب دام محبتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد دعاے ازدیاد علم و اخلاص مکشوف باد کہ با (. . . . . .) کہ بہ خلیل الرحمن نوشتہ بودید نہایت محظوظ شدم چونکہ آخر کار معاملہ بہ خداے علیم (. . . . .) لازم کہ از کتاب انوار ساطعہ خود کلامیکہ دران تیز قلمی و غیظِ نفسانی شدہ باشد کہ این از طرز تحریر اصحاب تحقیق و ارباب تہذیب بعید است، و اسماے برادران طریقت خود و عبارت دلیلہ دیگر کہ از فور نفسانی صادر شدہ باشند، اخراج نمایند و مضمونیکہ فیما بینکم و بین اللہ تعالیٰ باخلاص و براے اظہار امر حق باشد باقی دارند، ان شاء اللہ تعالیٰ مقبول خواہد شد واگر کسے بر تردید آن چیزے نویسد شما در پے تحریر جواب الجواب نشوند چرا کہ قصد شما اظہار حق بود ظاہر شد وبس ( ) نفس مطلب کتاب موافق مذہب و مشرب فقیر و بزرگان فقیر است خوب ( ) خیر الجزا۔ اللہ تعالیٰ ما و شما و جمیع مومنان را در ذوق و شوق و محبت خود ( ) آمین

ونام مدرسہ ہم ازان علیحدہ کنند کہ ازان نیز اعتراض برمی آید فقط محررہ ۲۲ شوال ۱۳۰۳ھ از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب

برحاشیہ:

وفقیر از دعاے عزیزان غافل نیست شما ہم از دعا فراموش نکنند فقط

الراقم الآثم

فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت عزیز القدر مولوی عبدالسمیع صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون و دعاء ترقی درجات دوجہانی واضح و لائح، فرحت نامہ مع دہ روپیہ نذر از آن عزیز رسید مسرور نمود، اللہ تعالیٰ آن عزیز را باین عقیدت و اخلاص سلامت دارد و بہر حال برضامندگی خود و ذوق شوق وا[1] دارد آمین۔ عزیز من باستماع اختلاف در برادران طریقت فقیر را رنج است مناسب کہ باہم یکدیگر تخفیف بخشند و کدورت دلی را دور سازند و با یکدیگر شیر شکر مانند، کہ موجب ازدیاد معارف است و اخلاص است۔ فقط۔ باقی حال این جا بزبانی حجاج معلوم خواہد شد مولوی رحمت اللہ صاحب باعزاز تمام از اسطنبول واپس تشریف آوردند خوش خورم ہستند[2]، اطلاعاً بقلم آمدہ۔ ۱۲

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی

---

[1] عطا فرماید قلم زد کرکے وارد لکھا ہے۔

[2] اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسم حج میں لکھا گیا ہے، اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ کے سفر استنبول سے واپسی کے بعد کا ہے۔ ان شواہد کی روشنی میں یہ ذی قعدہ / ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ کا ہے۔ مولوی رحمت اللہ کیرانوی اپنے تیسرے سفر قسطنطنیہ سے ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ میں واپس ہوئے تھے۔

(۱۴)

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا فیض و برکت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زاد اللہ فیضہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مسرت نامہ مورخہ پانزدھم ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۶ ہجری بذریعہ ڈاک مع پرچہ اخبار پہنچا مسرت ہوئی آپ کی یاد آوری کا ممنون ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو گزند و آسیب ظاہر و باطن سے محفوظ رکھ کر اپنی محبت و رضا عنایت کرے اور آپ کی ذات و صفات کو خلائق کی اصلاح دارین و فلاح کونین کا ذریعہ بنا دے۔ آپ کے دو قطعہ مسرت نامجات یکے مرقومہ ہفتم رمضان شریف بذریعہ رجسٹری و دوم ہفدھم شوال بصحابت شیخ شفیع الدین صاحب سوداگر مع مبلغان تعدادی دو صد شش روپیہ پہنچے۔ آپ کے خط اول رجسٹری شدہ کا جواب بذریعہ ڈاک روانہ ہوا اور شیخ شفیع الدین صاحب کی معرفت کے خط کا جواب بھی مع رسیدات مبالغ ان کے ہی ذریعہ سے بذریعہ ڈاک ارسال ہو چکا ہے۔ اور تیسرا خط بدست عزیزم حاجی مولوی کرامت اللہ صاحب دہلوی و حاجی محمد اسحاق صاحب سوداگر دہلی ترسیل خدمت ہے۔ آپ کے خط کے مضامین دریافت ہونے سے افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کی اصلاح فرما کر آپس میں اتفاق و محبت بخشے۔ آپ نے جو میری صلاح و تحریر کے موافق تحریر جوابات ورد وکد سے سکوت اختیار کی ہے و اخلاق و صدق سے تحقیق مسائل کا ارادہ کر لیا ہے میں آپ کے اس نیک ارادہ و حسن نیت سے بہت راضی و خوش ہوں۔ اور آپ کی محبت و ارادت کا شکر گزار۔ حتی الوسع سوال و جواب سے بالکل کنارہ کرنا چاہیئے اگر اتفاق سے صورت تحریر و تقریر پیش آوے تو اس کو نہایت لینت و نرمی سے بہ نیت اصلاح و دفع مخالفت و رفع اتہام جواب دینا چاہیئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ صدق و اخلاص کو ہمیشہ غلبہ ہے آیندہ آپ اپنی طرف سے ظاہر و باطن آپس میں صلح و موافقت و دفع مخالفت و مخاصمت کی تدبیر و کوشش و نیت کرتے رہیں ان شاء اللہ تعالیٰ نیک نیتی کا نتیجہ نیک ہوگا اور لطف وی

وغیرہ کی کیفیت منور علی کے خط سے معلوم ہوگی۔ آیندہ میرے حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو دُنیا سے ساتھ ایمان اور اپنی رضامندی کے اٹھا کر اپنے صدیقین و مقربین کے زمرہ میں داخل کرے۔ اپنے فرزند و عزیزوں و میرے دوستوں و ملاقاتیوں کو بشرط ملاقات سلام علیک فرما دیجئے۔ فقط

عزیزم حافظ عبد اللہ مرحوم نے شوال گزشتہ میں انتقال کیا۔ پہلے بھی اس کی اطلاع دی گئی ہے۔

از مکہ معظمہ ہجدہم[1] ۱۸ محرم سنہ ۱۳۰۷ ہجری

لفافہ:

بعونہ تعالیٰ درکمپ میرٹھ لال کرتی بازار بکوٹھی حافظ عبد الکریم خان بہادر
ملک ہندوستان
بخدمت سراپا محبت و عنایت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
از مکہ معظمہ
ہجدہم ۱۸ محرم سنہ ۱۳۰۷

حاشیہ: [1] عبارت میں ہجدہم لکھا ہے مگر ہندسہ میں ۱۰ ہی ہے۔

جناب مولانا صاحب مخدوم و معظم بندہ و جناب مولوی محمد یٰسین صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کی متبرک تحریر مبارک یاد فرمائی کمترین کی ہمیشہ سعادت و برکت کا باعث ہے
اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضور کے فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض رکھے۔ حضور کے سب خطوں کے
جواب روانہ ہوئے ہیں اور پہلے خط کے جواب کی وجہ توقف کی عرض کر چکا ہوں اور
جواب بروقت روانہ ہوتے رہے ہیں۔ ایک قطعہ عریضہ معرفت جناب مولوی کرامت اللہ صاحب
دہلوی مع دو قطعہ استفتاء میلاد شریف و قیام وغیرہ و قطعہ کرامت نامہ جناب مولانا رحمت اللہ
صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ملفوف بہ عریضہ مذکور ارسال خدمت عالی کیا ہے۔ جناب مولانا عبد الحق
صاحب نے بہ نسبت اثبات میلاد شریف وغیرہ ایک رسالہ حسب درخواست کے لکھا ہے وہ
بھی بذریعہ جناب مولوی صاحب ممدوح آپ کی نظر مبارک میں گزریں گے حضور اپنے اہتمام
سے اس کے مضامین عربی وغیرہ کا ترجمہ و شرح و حاشیہ بمصلحت جناب مولوی کرامت اللہ
صاحب فرمادیں۔ اور جناب مولوی رحمت اللہ صاحب کی تقریظ کی نقل اس میں سے اگر
ضرورت سمجھیں کرالیں۔ اور آپ اس رسالہ پر اور اپنی انوار ساطعہ پر ہندوستان کے
اہل علمائے معتقدین سے تقریظ حتی الوسع ضرور لکھوالیں۔ آپ نے بعض علماء کے تقریظ لکھنے
کا حال لکھا بھی ہے لیکن اس میں صرف معدودے چند علماء کے نام تھے حتّٰی کہ مولانا قاری
عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی جن کی تقریظ کی بہت ضرورت ہے نام نہ تھا۔ حضرت اقدس مخدوم
العالم سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کی محبت و ارادت کا تذکرہ اکثر فرماتے رہتے ہیں اور تذکرہ کے ساتھ
دعائے خیر و ہمت مقدس سے ہمیشہ مدد و برکت بخشتے رہتے ہیں۔ اور حضرت سیدی و مولائی
ارشاد و ہدایت فرماتے ہیں کہ اگر آپ مطابق ہدایت و ارشاد و مشورہ حضرت مخدوم الملک
کے عمل کرتے رہیں گے تو ہمیشہ ان شاء اللہ تعالیٰ منصور و غالب رہیں گے۔ کمترین نے جناب
مولوی کرامت اللہ صاحب سے و جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی سے یہ عرض کیا

جناب مولانا صاحب مخدوم ومحترم بندہ جناب مولوی عبدالسمیع صاحب دامت فیوضکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کی متبرک تحریر ومبارک یاد فرمائی کمترین کی ہمیشہ سعادت وبرکت کا باعث ہے
اللہ تعالیٰ ہمیشہ حضور کے فیوض وبرکات سے مستفید ومستسعد رکھے۔ حضور کے سب خطوں کے
جواب روانہ ہوئے ہیں اور پہلے خط کے جواب کی وجہ توقف کی عرض کرچکا ہوں اور سب کے
جواب بروقت روانہ ہوتے رہے ہیں۔ ایک قطعہ عریضہ معرفت جناب مولوی کرامت اللہ صاحب
دہلوی مع دو قطعہ استفتا رمیلاد شریف وقیام وغیرہ وقطعہ کرامت نامہ جناب مولانا رحمت اللہ
صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ملفوف بہ عریضہ مذکور ارسال خدمت عالی کیا ہے۔ جناب مولانا عبدالحق
صاحب نے بہ نسبت اثبات میلاد شریف وغیرہ ایک رسالہ حسب درخواست کے لکھا ہے وہ
بھی بذریعہ جناب مولوی صاحب ممدوح آپ کی نظر مبارک میں گزریں گے حضور اپنے اہتمام
سے اس کے مضامین عربی وغیرہ کا ترجمہ وشرح وحاشیہ بمصلحت جناب مولوی کرامت اللہ
صاحب فرمادیں۔ اور جناب مولوی رحمت اللہ صاحب کی تقریظ کی نقل اس میں سے اگر
ضرورت بھجیں کرالیں۔ اور آپ اس رسالہ پر اور اپنی انوار ساطعہ پر ہندوستان کے
کل علمائے مقلدین سے تقریظ حتی الوسع ضرور لکھوالیں۔ آپ نے بعض علماء کے تقریظ لکھنے
کا حال لکھا بھی ہے لیکن اس میں صرف معدودے چند علماء کے نام تھے حتیٰ کہ مولانا قاری
عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی جن کی تقریظ کی بہت ضرورت ہے نام نہ تھا۔ حضرت اقدس مخدوم
عالم سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کی محبت وارادت کا تذکرہ اکثر فرماتے رہتے ہیں اور تذکرہ کے ساتھ
دعائے خیر وہمت مقدس سے ہمیشہ مدد وبرکت بخشتے رہتے ہیں۔ اور حضرت سیدی ومولائی
یہ ارشاد وہدایت فرماتے ہیں کہ اگر آپ مطابق ہدایت وارشاد ومشورہ حضرت مخدوم الملک
کے عمل کرتے رہیں گے تو ہمیشہ ان شاء اللہ تعالیٰ منصور وغالب رہیں گے۔ کمترین نے جناب
مولوی کرامت اللہ صاحب سے وجناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی سے یہ عرض کیا

ہے کہ آپ لوگوں سے جہاں تک ممکن ہو اس بات کی کوشش کریں کہ جناب حضرت مولانا رشید احمد سلمہ جناب مولانا عبد الحق صاحب کے رسالہ پر صرف اس قدر بطور تقریظ تحریر فرما دیں کہ اگر مجلس میلاد شریف منکرات سے خالی ہو جیسا کہ مصنف رسالہ ہٰذا نے لکھا ہے تو میرے نزدیک بھی وہ مستحسن و مندوب ہے۔ مگر میں قیام میں بلا قیود کے اُن کی رائے سے متفق نہیں ہوں۔ بس اتنی تحریر سے بالکل اختلاف و فساد جاتے رہیں گے اور حضرت اقدس سے اور جناب مولانا صاحب ممدوح سے ان مسائل میں اختلاف ہونا جو مشہور ہے وہ بھی جاتا رہے گا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اس مشورہ کو بہت پسند فرمایا۔ آئندہ تقدیر و مرضی مولیٰ (بر ہمہ اولیٰ)۔ آج کل طحطاوی یہاں صرف دو ایک نسخے ہیں اس لیے قیمت دو چند ہو گئی ہے یعنی پندرہ ریال قیمت ہے اور شاید تیس روپیہ کو جناب مولوی کرامت اللہ صاحب بھی خرید کر لے گئے ہیں اس کی قیمت بیس روپیہ اعلیٰ حضرت نے میرے پاس امانت کر دی تھی میں منتظر نئے نسخوں کے آنے کا ہوں، بعض نے وعدہ بھی کیا ہے۔ اگر حسب خواہ کوئی نسخہ مل گیا فبہا۔ ورنہ اس باب میں جیسا ارشاد ہو تعمیل کروں۔ پہلے قیمت سات آٹھ ریال تھی یہ معلوم ہوا کہ انوار ساطعہ مکرر چھپایا گیا ہوا۔ جب چھپ جائے تو دو تین نسخے مجھے بھی عنایت فرمایا جائے۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت سیدی و مولائی دام ظلہم کی مبارک تصنیفات کو میرٹھ میں ایک جا مجموعہ بنا کے چھاپا ہے احقر کو اس کی بڑی آرزو و تمنا ہے اگر مل سکے تو عنایت کیا جائے۔ زیادہ حد ادب و تسلیم و امیدوار دعا و جواب فقط

عریضہ کمترین منور علی عفی اللہ عنہ

از مکہ معظمہ ہجدہم[1] محرم سنہ ۱۳۰۰ ہجری

---

[1] حاشیہ: لفظوں میں ہجدہم اور ہندسوں میں ۱۸ بھی لکھا گیا ہے۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا اخلاص و محبت عزیزم حاجی مولوی عبدالسمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دوازدہم صفر سنہ ۱۳۰۷ھ کو مرحومہ مغفورہ گھر میں کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرما کر اس کا نعم البدل عنایت فرماوے مرحومہ کے متعلقین کو سخت صدمہ ہے۔ مرضی مولیٰ بر ہمہ اولیٰ۔ جتنی مصیبتیں ہیں اس کی حقیقت و معنی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ عم نوالہ فانی مصائب کے بدلے باقی اخروی نعمتیں اپنی رحمت و شفقت سے بندہ کو عنایت فرماتا ہے۔

نسخہ طحطاوی کامل چار جلدوں میں مجلد خرید ہوکر بھیجی جاتی ہے۔ حتی الوسع غلطی دیکھ لی گئی ہے آئندہ آپ ہمیشہ اپنی خیر و عافیت (سے) مطلع فرماتے رہیں۔ ایک قطعہ خط جناب مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کا بنام مولوی عبدالحکیم صاحب جاتا ہے آپ یہ خط اُن کے پاس پہنچا کر میرا سلام اور یہ پیغام فرمادیں کہ جناب بی بی صاحبہ ممدوحہ کو بارِ امانت سے ہلکا کردیں اور اُن کی حالت پر بغور خیال فرمادیں ہم لوگ تمام مسلمانانِ ہند اُن کے بزرگوار کے احسانوں و کرم (کذا) کے ممنون و مرہون ہیں اور حالات منور علی کے خط سے روشن ہوں گے اور جناب مولانا محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کی بڑی صاحبزادی کی نسبت بھی مولوی صاحب ممدوح سے سعی فرمانا وہ اور بھی زیادہ تکلیف و تنگی میں ہیں۔

فقط

دوازدہم صفر سنہ ۱۳۰۷ھ — از مکہ معظمہ

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زاد اللہ عرفانہٗ و محبتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قبل اس کے چار قطعات خطوط آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے ہیں ایک قطعہ بدست حاجی مولوی کرامت اللہ صاحب دہلوی اور دو قطعہ بذریعہ ڈاک۔ ایک قبل روانگی مولوی صاحب موصوف و دوم بعد جانے مولوی صاحب کے۔ اور ایک قطعہ بدست حاجی محمد شفیع الدین صاحب سوداگر میرٹھ، اس سے سب حالات معلوم ہوئے ہوں گے۔ انتظار جواب ہے۔ بالفعل ضعف و نقاہت بہت ہے اور ہمیشہ ترقی پر ہے، اب صبح و شام معلوم ہوتا ہے میرے حسن خاتمہ کی دعا کیجئے۔ اب حرم محترم میں بھی جانا صرف جمعہ کو ہوتا ہے ورنہ جانا موقوف ہوگیا۔ عزیزم حافظ احمد حسین صاحب کا نکاح بفضلہ ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ برندۂ رقیمہ دعا مولوی محمد عبد الرحمن صاحب نمازی کی بہت صالح و نیک متدین شخص ہیں کچھ اشیاء تجارت کی لیے جاتے ہیں، اگر آپ کی سعی و سفارش سے کچھ ان کی چیزوں کا بک جانا ممکن ہو تو آپ ان کے واسطے سعی فرماویں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مسلمان برادر مکی صالح کے ساتھ سعی کرنے کا اجر عظیم دے گا۔ آئندہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا خاتمہ بالخیر با ایمان کرے اور اپنے مقربین صدیقین کے زمرہ میں داخل فرما دے، زیادہ سلام و دعا۔ فقط

از مکہ معظمہ

۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۸ ہجری قدسی

برحاشیہ

ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ عزیزم مولوی عزیز الرحمن صاحب مدرس مدرسہ عربی میرٹھ جو علاوہ عالم و صالح جوان ہونے کے صاحب تاثیر و نسبت میرے خاص عزیزان سے ہیں میں اون کو آپ سے ملاتا ہوں۔ آپ ضرور اون سے ملتے رہیں اب کی دفعہ

سال بھر میرے پاس تشریف رکھا اور جب یہاں سے گئے تو آپ کی ملاقات کو گئے لیکن آپ نے اون کو نہیں پہچانا اور نہ انھوں نے کچھ اپنا اظہار کیا۔ آپس میں ملنے جلنے سے ترقی محبت وباعث زوال اختلاف ہوتا ہے اور آپ رسالہ مولود شریف مولفہ جناب مولوی عبدالحق صاحب مولوی عزیزالرحمن صاحب کو دیکھنے کے واسطے دیں عجب نہیں ہے کہ وہی لوگ بھی اس پر دستخط کردیں کہ باعث رفع اختلاف ہو۔

مرقومہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

مکرر یہ ہے کہ بعد تحریر اس خط کے دو خط اور روانہ ہوئے ہیں ایک بذریعہ خط عزیزم حاجی مولوی کرامت اللہ صاحب دہلوی دوسرا بذریعہ خط عزیزم مولوی عزیزالرحمن صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ عربی شہر میرٹھ۔ بہت دنوں سے آپ کے خط نہ آئے، حالات معلوم نہ ہوئے، تعلق وانتظار ہے۔ اپنے قافلہ وجماعت وبرادران طریقت سے اسباب مخالفت ومجادلہ کے دور دفع کی کوشش واسباب مصالحت وموافقت کے پیدا کرنے کی تدبیر میں ہمیشہ ہمت ونیت مصروف رکھنی چاہیئے اور کوئی نئی تحریر اعتراضات والزامات حسب وعدہ اشارۃً وکنایۃً کسی طور سے نہ لکھی جانی چاہیئے زیادہ سلام ودعا۔ فقط

الرقوم ۲۸ جمادی الاول ۱۳۰۷ھ ہجری از مکہ معظمہ

محلہ حارۃ الباب

مکرر یہ ہے:

اور آپ نے بہ نسبت رسالہ مولوی عبدالحق صاحب کوئی رائے تحریر نہ فرمائی یہ معلوم آپ کو پسند آیا یا کیا بات ہے، ضرور لکھنا چاہیئے۔

از کمترین غلامانِ حضرت قطب زماں، منوّر علی عفی اللہ عنہ

بعد تسلیم مسنون کے عرض ہے کہ مضمون نامۂ والا حضرت سے روشن رائے عالی ہوگا امید کہ پہلے چار پانچ قطعہ عرائض کے ارسال خدمت سامی ہوئے ہیں اس کی رسید سے سرفراز فرمایا جائے اور جناب مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب نمازی مکّی یہاں کے صالحین میں سے منتخب بزرگ ہیں اطلاعاً عرض کیا ہے۔ نئی خبر یہ ہے کہ جناب مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و حافظ احمد صاحب صاحبزادہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے حضور میں اپنے اپنے عرائض بھیجے ہیں کہ ہم لوگوں کو بڑی آرزو ہے کہ سال دو سال خدمت میں حاضر رہ کر استفاضہ و استفادہ کریں۔ اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں اپنا عجز و عذر ضعف و نقاہت و عدم صلاحیتِ تعلیم لکھ بھیجا ہے۔ ہر چند کمترین نے عرض کیا کہ ان بزرگوں کی تشریف آوری میں بہت سے ظاہری فائدے ہیں لیکن یہی ارشاد ہوا کہ کسی کو امیدوار کر کے بلانا مناسب نہیں جس حالت میں مجھے کسی شے کا کچھ اختیار نہ ہو۔ ان کو اختیار ہے کہ اگر تمنا و شوق ملاقات ہو آویں، حج کی نیت کر کے آویں۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ
بخدمت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرر تحریر کی یہ وجہ ہے کہ فقیر کو مبلغ دو سو ساٹھ روپے حاجی محمد شفیع صاحب ساکن بڑھانہ کو دینا ضرور ہے لیکن یہاں سے اس وقت بھیج دینے کا کوئی عمدہ طریق و سبیل نہیں ہے۔ نہ یہاں سے منی آرڈر و ہنڈوی وغیرہ جا سکتی ہے نہ اور کوئی سبیل ہے اس لیے فقیر کی یہ خواہش ہے کہ آپ اس وقت دو سو روپے ان کو معرفت مولوی حاجی عبد الواحد صاحب منصف بڑھانوی کی معرفت کسی سبیل سے بھیج دیں تو ہم اس کو یہاں سے آپ کے پاس کسی حجاج کی معرفت بھیج دیں گے۔ اور سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اکثر حجاج یہاں روپے اپنے ساتھ لاتے ہیں کہ دو سو روپیہ آپ کسی حجاج سے لے کر حاجی محمد شفیع صاحب کے پاس معرفت منصف صاحب بھیج دیں اور ہم کو اس کی اطلاع دیں کہ فقیر وہ روپیہ اُن حاجی صاحب کے حوالے کر دے اور چونکہ یہ روپیہ فقیر پر دَین واجب ہے اس لیے اس کی بہت تشویش ہے اور جلد ادا ہونا اس کا چاہتا ہے آپ اس میں ایسی کوشش فرمادیں کہ جلد وہ روپیہ اُن کے پاس پہنچ جائے اور جب اس کا بندوبست ہو جائے یا جو صورت ہو فقیر کو بہت جلد اس سے اطلاع دیجیے۔ کہ بصورت نہ ہونے کوئی صورت وہاں کی اور کوئی تدبیر اس کے ادا کی جائے اور حاجی محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے کہ اس طریقہ سے ان کے پاس روپیہ بھیج دیے جائیں قصبہ بڑھانہ ضلع مظفر نگر مسجد کلاں بذریعہ ــــ

اس کی پیشانی پر غالباً حضرت مولانا عبد السمیع نے اپنے قلم سے یہ عبارت لکھی ہے :
"کل ہی سہارنپور سے ڈاک میں پہنچا۔ ۵ رمضان سنہ ۱۳۰۷ھ ـ لیکن یہ رقم کیا ہوا
۲۲ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۰۷ھ کا ہے "

حافظ عبد اللہ صاحب اور ایک خط بنام جناب مولوی عبد الحکیم صاحب جاتا ہے اُن سے جواب لے کر جلد روانہ فرمادیں۔

سب عزیزوں کو دعا و سلام۔ فقط

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی
۱۲۷۹

مکرّر یہ ہے کہ آپس میں موافقت و مصالحت کی کوشش و تدبیر کرنی چاہیے و حتی الوسع اسباب اختلاف و نااتفاقی دور و دفع کرنا چاہیے عزیزم حاجی مولوی عزیز الرحمن صاحب جو عالم، متقی و جوان صالح ہونے کے سوا صاحب تاثیر و کیفیت فقیر کے عزیزان خاص میں سے ہیں اور میرٹھ کے مدرسہ عربی کے مدرس دوم ہیں۔ چونکہ آپ بھی میرے عزیز خاص و رفیق مخلص ہیں اس لیے فقیر اُن کو آپ سے ملاتا ہے۔ آپ آپس میں آمد و رفت و میل جول رکھیں وہ جب یہاں سے گئے تھے تو آپ کی ملاقات کو بھی گئے تھے لیکن آپ نے اُن کو نہیں پہچانا نہ انھوں نے اپنا اظہار کیا۔ وہ ایک سال اس دفعہ بھی یہاں سے رہ کر گئے ہیں اور کچھ دنوں پہلے بھی یہاں رہے ہیں۔ زیادہ والسلام اپنے فرزند کو دعا کہہ دیں۔ فقط

اور سب اعزہ احباب کی خدمت میں سلام و دعا فقط اور رسالہ میلاد شریف مولفہ جناب مولوی عبد الحق صاحب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کو دیکھنے کے واسطے دیں۔

فقط

از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب
۲۲ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از طرف فقیر امداد اللہ عفی عنہ

بخدمت بابرکت جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا نامہ مورخہ ۲۰ رجب ۱۳۱۰ھ مع ایک پرچہ مطبوعہ محبوب المطابع شہر میرٹھ جو فقیر کے خط سے منسوب ہے جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے ہاتھ پہنچا۔ اس کی اصلی کیفیت یہ ہے کہ ایک عرصہ سے بباعث ضعف بصر اپنے ہاتھ سے تحریر موقوف ہے دوسروں کو مضمون بتادیتا ہوں اس خط میں یا کاتب صاحب سے بمقتضائے بشریت سہو ہوا ہے کہ اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ یا فرط محبت وبہ نیت خیر خواہی اپنی تحقیق کے موافق لکھا ہے۔ سوء ظن کسی سے جائز نہیں۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ خصوصاً کاتب صاحب سے کہ ایک متورع عالم ہیں اور یہ تحریر جس کی بعض جا تصریح ذیل میں ہے فقیر کے قول وعمل کے موافق نہیں ہے۔ فقیر کو علماء کی باہمی نزاع میں مداخلت سے کیا علاقہ ہاں فقیر کا یہ مسلک ضرور ہے کہ اہل اسلام کی تکفیر پر جرأت نہیں کرتا بلکہ اس سے تنفر قلبی رکھتا ہے۔ اور اس میں صرف اوقات کو حماقت بلکہ خسران وخذلان کا موجب سمجھتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو تاویل کو محبوب سمجھتا ہے بشرطیکہ سوادِ اعظم کے خلاف نہ ہو اور فقیر صلح بین المومنین کا دل خواہاں ہے اور اپنے احباب کو بھی فقیر کی یہی وصیت ہے کہ نزاع سے کنارہ کش رہیں اور مسائل مختلف فیہا میں سوادِ اعظم کی اتباع کریں اگرچہ وہ مسئلہ اپنی تحقیق کے مخالف ہو کیونکہ سوادِ اعظم علماء ومشائخ کا خلاف تنزل مرتبہ ایمانیہ کا موجب وانحطاط کمالات کا ثمر ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ فقیر کو اپنی تکفیر کا غم نہیں بلکہ اپنے نفس کی خرابیوں کا خوب ماہر ہے اگر فقیر کی تکفیر کا فتویٰ لکھا جائے تو فقیر اپنے تئیں اکفر لکھ دیوے گا۔ علاوہ ازیں اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاذ اللہ کافر ہوں تو تمام کا مومن کہنا مجھے مفید نہیں۔ اس خط

نقل ماخوذ رسالہ انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۳ہجری ص ۲۲۵۔۲۲۶

میں جو فقیر کے خلاف ہے اس کی تصریح کرتا ہوں :

جواب اوّل میں امکان و وقوع کا فرق بتا دیا گیا ہے۔ فقیر کو اس سے اتنا معلوم ہوا کہ کذب کا نقائص میں ہونا متفق علیہ ہے، پھر ذات مقدس باری تعالیٰ کی طرف نقص کا استناد کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ گو بر سبیل امکان ہی سہی۔

جواب ثانی میں آیہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ الخ کا منکر کوئی اہلِ اسلام نہیں سب کا یہی اعتقاد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں، حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہیں انکار اس بات کا ہے کہ کوئی بشر سمجھ کر بڑا بھائی کہنے لگے یا مثل اس کے اور کلمہ گستاخی زبان سے نکالے یہ البتہ موجب خذلان ہے۔ فقیر کے اعتقاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں اور باعث ایجاد کائنات۔ مصرع : بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جواب ثالث کی تصریح یہ ہے کہ فقیر مجلس شریف میلاد مبارک کا مع ہیئت کذائی معمولہ علمائے ثقات وصلحاء، ومشائخِ کرام بارہا اقرار کر چکا ہے اور اکثر اس کا عامل ہے جیسا کہ فقیر کی دیگر تقریرات وتحریرات سے یہ مضمون ظاہر ہے۔ فقیر کو اس مجلس شریف کے باعث حسنات وبرکات کے معتقد ہونے کے علاوہ یہ عین الیقین ہے کہ اس مجلس مبارک میں فیوض وانوار وبرکات ورحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

جواب رابع میں فقیر کا یہ عقیدہ ہے کہ علماء حرمین شریفین کی توہین شمہ بھر جائز نہیں اور ان کا اتفاق کسی مسئلہ شرعی میں حجت سمجھتا ہوں جیسے کہ بزرگانِ سلف لکھتے آئے ہیں۔

جواب خامس، فقیر ہمیشہ سے حنفی المذہب وصوفی المشرب ہونے کا مدعی ہے اگرچہ اپنے دعوے میں کامل نہ ہو فقیر تقلید کو واجب جانتا ہے اور اس بات کو اچھا نہیں جانتا ہے کہ کوئی حنفی المذہب ہو کر کسی ایسے مسئلہ کی تائید کرے جس میں حمایت لامذہبی پائی جاوے اور عوام ضلالت میں پڑیں۔

(آئندہ نزاعی تحریرات میں فقیر سے استفسار نہ کیا جاوے ورنہ جواب سے

نفع قائم رہے گا۔

والسلام

اللّٰهُمَّ یا ربِّ بجاہِ نبیِّك المصطفٰی و رسولك المرتضٰی طَهِّر قلوبنا من کل وصف یُباعِدُنا من مُشاهدتك و محبتك وامِتنا علی السُنّة والجماعة والشوق الی لقائك یاذا الجلال والاکرام، وصلی اللّٰه علی سیدنا و مولانا محمد و علی آله وصحبه وسلم تسلیماً۔ الحمد للّٰه رب العالمین۔ فقط

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی

۱۲۷۹ھ

ـه عبارت بین القوسین انوار ساطعہ (۳۲۶ ص) میں نہیں ہے۔

(۱۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمات عزیزم پیر جی مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی و عزیزم مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی سلمہا اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمام بلاد و ممالکِ ہند سے مثلاً بنگال و بہار و مدراس و دکن و گجرات و بمبئی و پنجاب و راجپوتانہ و رامپور و بہاولپور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگیز و حسرت خیز اس قدر آتے ہیں کہ جس کو سن کر فقیر کی طبیعت نہایت ملول ہوتی ہے۔ اس کی علت یہی براہین قاطعہ و دیگر (ایسی ہی) تحریرات ہیں۔ یہ آتشِ فتنہ انوار ساطعہ کی تردید سے مشتعل ہوئی کہ تمام عالم اس کی حمایت (میں کھڑا ہوگیا) فقیر نے صرف اس کے دو مسئلوں پر یعنی مجلس میلاد شریف و فاتحہ پر اتفاق رائے ظاہر کیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ تمام ممالک کے علماء و موافق نے ساری کتاب کو تہہ دل سے پسند فرما کر اس پر اتفاق کیا۔ آپ اس کے ہر فقرہ کی تردید کے ایسا درپے ہوئے کہ معاذ اللہ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ تک کے قائل ہوگئے۔ اور یہ بلا ایسی عالمگیر ہوئی کہ سب قصّے مولود شریف وغیرہ کے دب گئے اور اس مسئلہ کا چرچا ہر شہر، ہر قریہ میں حتّٰی کہ حرمین شریفین ـــــــ زادھما اللہ تشریفاً و تکریماً ممالک غیر میں بھی پھیل گیا اور آپ کی تحریر کی بدولت علماءِ کبار پر اشاعت کے ساتھ تکفیر ہونے لگی۔ آپ صاحبوں کو اللہ تعالیٰ نے دولت علم و فضل سے مشرف و مکرم کیا ہے مجھ جیسے کو کچھ نصیحت و وصیت کرنی حکمت بہ لقمان آموختن کی مثل ہے۔ لیکن بباعثِ جوشِ محبت و بمقتضائے جذب یک جہتی اپنی ناقص عقل کے موافق بنظر خیر خواہی۔ الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ۔ وَلَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی لَا یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ کچھ تحریر کرنا ضرور ہوا۔

فقرات قوسین کا اقتباس رسالہ انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ طبع پنجابی ۱۳۰۳ھ ص ۳۲۶-۳۲۸ سے لیا ہوا ہے۔

عزیزم، ایسا مسئلہ جس سے عوام کا فہم اُس کی تفہیم سے قاصر ہو یا کوئی نقصان وفتنہ کا خوف ہو یا بہ نسبت فائدہ کے ضرر زیادہ متصوّر ہو، اس کو شائع کرنا خلافِ مصلحت ہے و ممنوعِ شرعی۔ جب خود شارع صلی اللہ علیہ وسلم صاحب السیف وصاحب السلطان نے بنائے ابراہیمی علیہ السلام کے کفار کے بنائے ہوئے قبلہ کی مصلحتِ وقت کے خلاف باعث اصلاح نہیں فرمائی، بخوف فتنہ کعبۃ اللہ ایسی اسلام کی بنیاد کو اپنی حالتِ ناتمام پر چھوڑ دیا، تو ہم ایسے ضعیف و بے حقیقت کو یہ امر خلافِ مصلحت کرنا کب سزاوار ہے؟ مقبولیت ہر عمل کی عند اللہ وعند الناس صدق واخلاص سے ہے، علامتِ اخلاص تحریر و تحقیق مسائل میں (یہ ہے کہ) حسنِ خلق ولینت سے بغرضِ استفادۂ خلق ہو، کسی کا ساکت کرنا یا نقصان وعجز ظاہر کرنا (یا اپنے) فضل وبرتری کا اظہار نہ ہو، نہ اپنے کلام کی تائید کے درپے ہو، نہ مجادلہ و نہ مراء ہو (جب کسی) کی رائے کسی حجت ودلائل کی وجہ سے اُس کی تحقیق کے خلاف ہو تو اس سے ضد وبغض وعناد نہ ہو اور نہ اس کی نسبت الفاظ توہین وتحقیر کے مستعمل ہوں۔

عزیزم، یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ ایک چھوٹا سا گروہ تو اپنے کو برسرِ صواب و حق وہدایت کے سمجھے اور دنیا کے علماء وصلحاء کو جمہور وسوادِ اعظم کو خطا وناحق وضلالت پر جانے۔ کیا انسان سے خطا وغلطی نہیں ہوتی؟ تو یہ انصاف کی بات ہے کہ جو کچھ زبان و قلم سے نکل جائے اُس کی تائید میں عمر بھر اپنی ہمت مصروف کر دی جائے؟ دیانت و حقانیت وعند اللہ وعند الناس بڑی قدر وبڑی کمال کی یہ بات ہے کہ جب اپنے قول کی غلطی ظاہر ہو جائے تو اُس سے رجوع کیا جائے۔

عزیزم، کیا کسی عالم کو یہ حق ہے کہ دوسرے علماء کو اپنے اتباعِ رائے کے واسطے پابند ومجبور کرے؟ پھر بار بار ایک مسئلہ کو لکھنا کس مصلحت سے ہے؟ اس نصِ صریح کے خلاف (لَا تُمَارِ اَخَاکَ) اپنے عالم بھائیوں کی بات کاٹنی، تردید کرنی (آپ جیسے) متین عالم کو کب لائق ہے۔ ویسا ہی اپنی تحریر وتقریر کو مجادلہ بنانا اور د . . . . .) اس حکم کے (مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ) کرنا کب زیبا ہے؟

آپ صاحبوں کی عالی شان یہ ہے کہ اس حدیث شریف پر عمل ہو (مَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ يُحِقُّ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُبْطِلٌ بُنِيَ بَيْتٌ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ)

عزیزم بہت بڑا شرک اللہ تعالیٰ اور رسول کے احکام مقدس میں اپنی خواہش نفس کو شریک کرنا ہے اور اپنے نفس کے مطابق احکام شریعت کی تاویل کرنا — نفس کو شریعت کے تسلیم و متبع کرنا سچا اسلام ہے و اطاعت احکام الٰہی میں نفس کو فنا کرنا عالی مقام ہے۔ آپ علماء چراغِ ہدایت ہو کہ سب لوگ آپ صاحبوں سے نور حاصل کریں بشرطیکہ دود نفسانیت سے اُس میں ظلمت کو راہ نہ ہو۔

عزیزم جائے غور ہے کہ جب ایک عالم معتمد علیہ و مقتدائے وقت ہو اور خلق اللہ اُس کی ہدایت و فیوض ظاہر و باطن سے مستفیض اور ہزاروں فائدوں سے مستفید ہوتے ہوں پس ایسے عالم ہادی زماں کو ایک ایسے مسئلہ غیر ضروری کا اظہار و اشاعت جس کے فہم کا عوام متحمل نہ ہو سکے اور اس کے باعث خلق میں انتشار پیدا ہو کر مخالف و بدظن و بدعقیدت ہو جائیں اور اس کے فیوض و فوائد عظیمہ و برکات ظاہر و باطن سے محروم ہو جائیں تو کتنے بڑے نقصان و ضررِ عظیم کا باعث ہے اور مصلحت وقت کے خلاف ہے۔ جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے مقرب صحابی کے قرآن شریف کے تطویل قرأت کو باعث انتشار جماعت سمجھ کر یہ ارشاد نبی صلے اللہ علیہ وسلم زجراً ہو (أَفَتَّانٌ أَنْتَ يَا مُعَاذُ) تو انتشار (   ) کس مصلحت سے ہے۔ اور جب فقیر کے پاس بھی شکایتیں جابجا سے پہونچیں تو فقیر نے اس سوءظن کے (دور کرنے) کو ایک مضمون مطابق عقیدۂ اہل سنت وجماعت کے جس کو اس شعر مثنوی شریف کی شرح سمجھنی چاہیئے (شعر)

کفر ہم نسبت بخالق حکمت است　　گر بما نسبت کنی کفر آفت است

اپنے عزیز سلمہ کو لکھنے کو بتلا دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف اسناد کذب من حیث خالقیت کے ہوسکتا ہے۔ بفحوای (القدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ) ومن حیث فاعلیت نہیں ہوسکتا۔ خالقیت و فاعلیت میں فرق بیّن ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ مستجمع کمالات ہے وہاں نقائص کا امکان و وقوع دونوں ممتنع

ہیں وخلاف عقائد اہل سنت وجماعت۔ اب عزیز نے تقریر مذکور کو فقیر کے مسلک کے خلاف اپنے طور پر لکھ کر باوجود فقیر کی ممانعت کے طبع کرا کر مشتہر کرایا، اس توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ سے یہ حاصل ہوا کہ فقیر کو بھی اپنی نیک نامی میں شریک کرنا چاہا۔

عزیزم، اس مسئلہ خلاف عقائد علمائے جمہور کو بار بار لکھ کر یہاں تک بدنام کر دیا کہ جن علماء کا نام بڑے ادب وعزت سے لیا جاتا تھا اور ہر قول وعمل مستند عالم تھا (ان کی) تحقیر نے تکفیر بحکم کی نوبت پہنچائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور ان وجوہ سے اب لوگ (علمائے) دیوبند وغیرہ کے بھی مخالف ودشمن بن گئے اور اس کی خرابی کا منصوبہ وتدبیر کرنے لگے۔ ان (. . . . .) بہت سی بدظنیاں پھیل گئی ہیں کہ ان میں سے ایک کا ذکر یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں کچھ روپے حیدرآباد کی جانب سے مستحقین کو تقسیم ہوئے عزیزم مولوی رفیع الدین صاحب سلمہٗ کو باوجود سفارش ثقات اور رفع کرنے اس وہم کے نہیں دیا گیا کہ مدرسہ دیوبند کے مہتمم اگر وہ وہابیہ میں سے ہیں۔ ان بدظنیوں سے مدرسہ کی بھی خیر نہیں معلوم ہوتی۔ وہ مدرسہ کہ کس خلوص سے قائم کیا گیا تھا اور کیا نام وعزت حاصل کر چکا تھا اور کیسا معتمد علیہ ونافع خلائق ہو گیا تھا اب وہ بھی چراغ سحری سا معلوم ہوتا ہے۔ بڑی عبرت وحسرت کا مقام ہے اللہ تعالیٰ رحم فرما وے۔

فقیر نے ابتدا ہی میں منع کیا تھا کہ نزاعی تحریرات میں فتوے سے کنارہ کیا جاوے اور وہابی وغیر مقلد کے دستخط ومہر کیے ہوئے فتوے پر دستخط ومہر نہ کی جاوے۔ اس پر محققین نے اعتراض کیے کہ اثباتِ حق کی ممانعت کی جاتی ہے۔ اب بخلاف مصلحت اثباتِ حق کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہزار خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ کینہ، حسد، بغض، عداوت، غیبت، جدال، مراء، نفسانیت، تعصب، تائید کلام، اختلاف باہمی، انتشار، طمع خلق وخود، قطع اخوت واتہام خلق وبدظنی، سامانِ زوال مدارس۔ جو اکثر ان میں سے گناہ کبیرہ ہیں۔ ادھر ہندوستان میں سیکڑوں مذاہب کفریہ وعقائد باطلہ، مخالفِ دین دیج کن اسلام ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور کیسے الزام واعتراض وشبہات وشکوک مذہب اسلام پر وارد کرتے جاتے ہیں کہ اس سے ہزاروں (مسلمان) کوئی شبہ وشک میں، کوئی متردد؛

دمتوہم کوئی مرتد تک ہوتے جاتے ہیں (پس ایسے) وقت میں آپ علماء پر فرض ہے کہ آپس کے جھگڑوں سے کنارہ کرکے سب متفق ہوکر ان کے (شکوک) وشبہات کو دینِ اسلام پر سے اٹھا کر خلق کو اطمینان و تشفی دیتے رہیں۔ دیکھو ابھی مذہب آریہ والوں نے ایک رسالہ مسمیٰ تکذیب براھین احمدیہ کیسی توہین و تحقیر اسلام کے ساتھ چھاپ کر تمام دنیا میں مشتہر کیا ہے پس ایسے وقت میں آپس کے مجادلہ کی جگہ اس کی تردید کرنی چاہیئے اور قرآن شریف کی خوبیاں و فضائل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد ومکارم اخلاق ومحاسن اوصاف کو ہر مقام وہر شہر وقریہ میں نہایت زور وشور سے مشتہر کرنا چاہیے۔ ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد اوصاف و مکارم اخلاق کو مشتہر واشاعت کرنے کے لیے ہر مقام میں ایسے مضامین میں مجلس مولود شریف کا چرچا بڑا عمدہ ذریعہ ومستحسن وسیلہ ہے۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فقیر کی اخیر تحریر ہوگی۔ تمہارے حسن خلق کے اعتماد پر یہ جرأت ہوئی ہے (اگر) کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرماؤ۔ اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَاھْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ فقط

مہر

محمد امداد اللہ
فاروقی
۱۲۷۹

از مکہ معظمہ

۱۳ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ

مجالس کی جگہ ان کی تردید کرنی چاہئے اور قرآن شریف کی خوبیاں و فضائل اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و مکارم اخلاق و محاسن اوصاف کو ہر مقام و ہر شہر
و قریہ میں بہ آیات اور روشن دلائل کے مشتہر کرنا چاہئے ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے محامد اوصاف و مکارم اخلاق کو مشتہر و اشاعت عام کرنے کیلئے
مقام کا ایسے مقامات میں تقسیم مولود شریف کا جا بجا اجرا ذریعہ کرو مستحسن و پسندیدہ ہے اب
اللہ کا ہے یہ فقیر اخیر تحریر کرتا ہے تمہاری حسن خلق کے اعتماد پر یہ جرأت ہوئی ہے
کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرمائیں — اللہم الف بین قلوبنا و اصلح ذات بیننا و
اهدنا سبل السلام و نجنا من الظلمات الی النور و صلی اللہ تعالیٰ علی
خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین فقط

از مکہ معظمہ
۱۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۳ ہجری

یہ نقل مطابق اصل کے ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
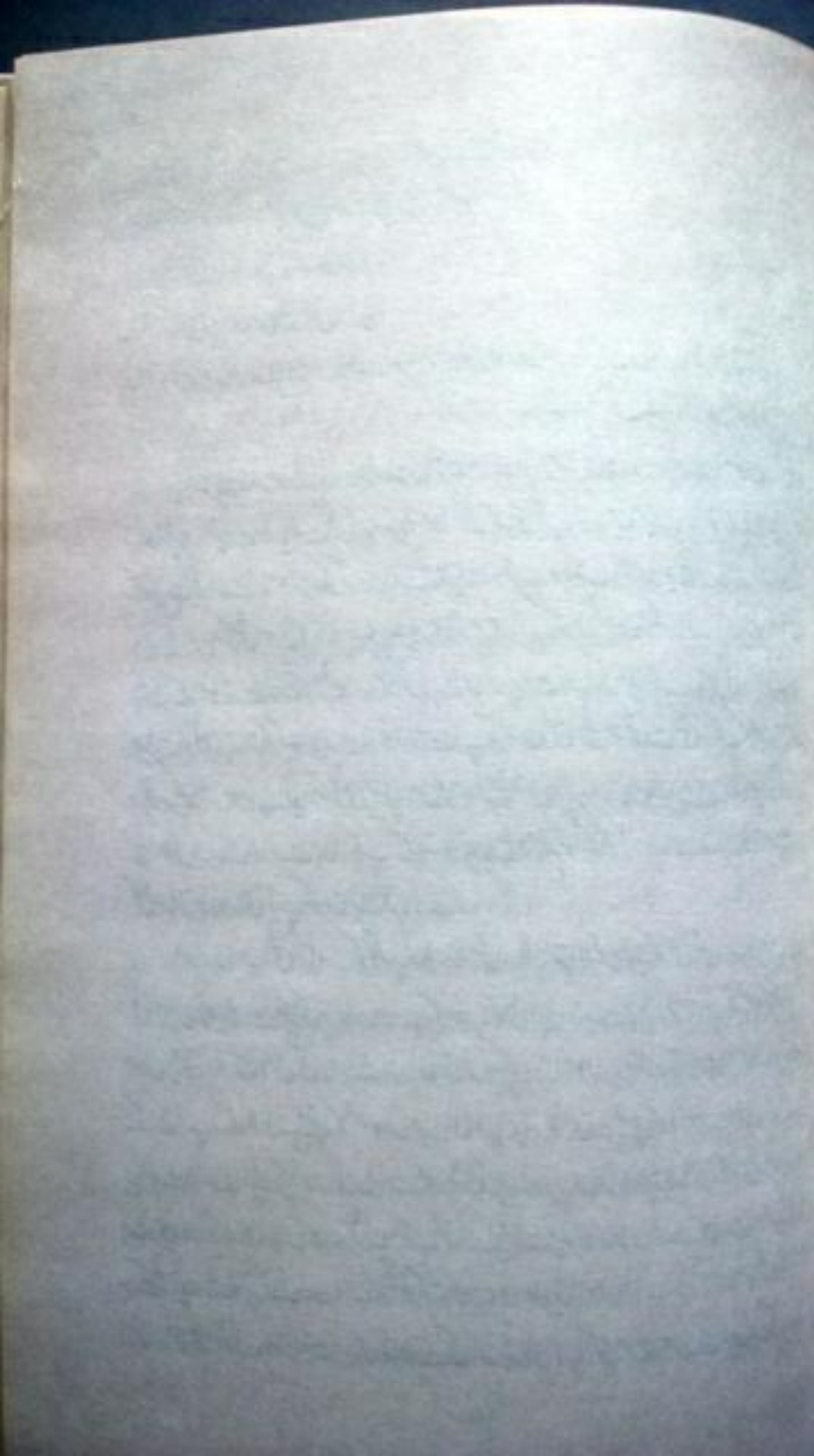
از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا برکت ومحبت عزیزم مولوی الحاج عبدالسمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسرت نامہ مورخہ ۲۸ ۔ رمضان شریف بذریعہ رجسٹری ورود مسرور لایا ممنون ومشکور ہوا خیروعافیت دریافت کر کے مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو بدین محبت واخلاص کے (آسیب زمانہ سے مامون رکھ کر درجات عالیات وقرب مراتب دارین عطا کرے۔ الحمد للہ) خوشی ہوئی کہ اکثر میری ضروری تحریریں آپ کو مل گئیں لیکن ویسا ہی یہ سن کر اس بات کے سننے سے رنج وافسوس ہوا کہ بہت سی تحریرات آپ کی فقیر تک نہ پہونچی اس لیے حیرت وتعجب تھا کہ کیوں بہت دنوں سے آپ کی خط وکتابت موقوف تھی۔ آپ کا محبت نامہ مرقومہ نہم شعبان بذریعہ رجسٹری پہنچا اس کا جواب مفصل اخیر رمضان شریف میں بذریعہ ڈاک مکہ معظمہ ارسال خدمت ہوا۔ آپ کے ضعف دماغ وچشم کو سن کر افسوس ہوا اللہ تعالیٰ صحت کلی جسمانی وروحانی آپ کو عنایت فرماوے۔

مولوی عبدالحی صاحب کو اگرچہ خط سفارش دیا گیا تھا لاکن فقیر کو بھی اُن سے واقفیت کلی نہیں ہمیشہ سے فقیر کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی اپنی حاجت پیش کرتا ہے تو مجبور ہوجاتا ہوں حتی الوسع اس کی حاجت روائی کی تدبیر کر دیتا ہوں یا تبلادیتا ہوں، ہنوز وہ یہاں نہ آئے آپ کے خط نہ پہنچنے کا خصوصاً میرزائی وپاپجامہ پنسبی نہ پہنچنے کا افسوس ہوا۔ اب بباعث ضعف ایسے کپڑوں کی حاجت بھی پڑتی ہے اور یہاں ایسی چیزیں ملتی بھی نہیں بہرکیف ہماری اور تمہاری جان کا صدقہ گیا، آپ جو ازراہ محبت میری خاطرداشت کا بہت کچھ خیال رکھتے ہیں میں تہہ دل سے اس کا شکر کرتا ہوں ودعا دیتا ہوں۔ آپ نے مولوی عبدالحی صاحب کے ساتھ جو سلوک وعنایت میری خاطر سے کی اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا جزائے خیر عنایت کرے

ابھی ایک مہینہ حجاج کے آنے کے دن اور باقی ہیں شاید اخیر میں آجائیں خدا جانے اب تک کس مانع کی وجہ سے ( ) حاجی محمد شفیع صاحب بڑھانوی کے قرض کے ادا کردینے کی صورت معلوم ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کو (اس کا اجر عطا فرمائے) میاں وحید الدین صاحب سلمٗ کو مکروہات و تشویشات دارین سے محفوظ رکھ کر جمعیت صوری و معنوی و صلاح فلاح دارین عطا کرے۔ آپ میاں موصوف کی خدمت میں بعد سلام و دعا فقیر کی طرف سے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کریں اور یہ فرمادیں کہ فقیر ہمیشہ اپنے عزیزوں و محسنوں کے واسطے خصوصاً ایسے اہلِ خیر و باہمت کے لیے دُعا کرتا ہے اور ان کا یہ احسانِ عظیم اور بھی زیادہ تر اس امر کا تاکید کرنے والا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے تمام خاندان کو شر و فساد سے، حاسدوں و مفسدوں سے محفوظ رکھے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شاملِ حال رہے گا۔ چونکہ آپ و مولوی عزیز الرحمٰن صاحب ایک شہر میں رہتے ہیں اسی خیال سے یہ مشورہ دیا گیا کہ آپس کی ملاقات و میل جول سے محبت پیدا ہوتی ہے لیکن جب کسی مانع و عذر کے باعث اس کی امید و توقع نہیں یا کوئی کسرِ شان و خفت ہوتی ہو تو ایسی صورت میں ہرگز مصلحت نہیں ہے۔ اپنی خودداری کے خلاف کوئی برتاؤ مناسب نہیں اور آپ کو درِ منظم رسالہ جناب مولوی عبدالحق صاحب سلمٗ کا بعد چھپنے کے ( ) ان کے پاس بھیجنا کچھ ضرور نہیں ہے اگر مناسب و مصلحت وقت ہوگا تو عزیزم مولوی کرامت اللہ صاحب ( ) بھیجدیں گے۔ اور فقیر کے نام سے جو ایک خط مسئلۂ امکانِ کذب کی نسبت چھپا ہے اس کی مفصل کیفیت اور مع نقل خطِ ثانی مولوی نذیر احمد خاں صاحب مع نقل اس کے جواب کے پہلے خط میں ان کی خدمت میں روانہ ہوچکا ہے پھر بھی اس کی نقل بجنسہٖ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔

اگر مناسب سمجھا جائے تو اس کو ہی یا مولوی نذیر احمد خاں سے نقل و اجازت لے کر طبع کرادو۔ اور حالات منور علی کی تحریر سے روشن ہوں گے۔ مولوی عبدالرحمٰن غازی کی کبھی مکہ معظمہ سے باہر نہ گئے اس لیے کوئی تجربہ دنیاوی و مصلحتِ وقت اچھی طرح سے نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مشکلوں کو آسان فرمادے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو خط میرے نام سے مولوی عزیز الرحمٰن وغیرہ نے چھپایا ہے وہ احقاق حق کی نیت سے ظاہراً نہیں معلوم ہوتا ہے کیونکہ میری مرضی کے خلاف چھاپا ہے اور جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ اپنے مطلب و غرض کے موافق اکثر خلاف مرضی میری ہے اس لیے کہ کاتب اس کے خود مولوی عزیز الرحمٰن تھے۔ میں نے لکھ کر بھیجا تھا کہ مجھ کو اس کا مضمون یاد نہیں جو میں اجازت طبع دوں اور بھی نہ طبع کرنے کے بہت سے وجوہ لکھے تھے مگر خود رائی سے اس کو جو حقیقت میں اُنہیں کی تحریر ہے چھاپ دی۔

حافظ عبد اللہ صاحب مرحوم کے اسباب و سامان سب بیچ دیے گئے اور تجہیز و تکفین (کے بعد) جو کچھ روپے باقی رہے ایک رُبع اُن کی بی بی کو سہام شرعی دیا گیا اور اب تین ربع یعنی ایک سو پچیس ۱۲۵ روپے (ڈیڑھ) آنہ میرے پاس امانت ان کی اور ورثہ کا حصہ ہے۔ ان کے وارث شاید بہن یا بھانجی یا بھتیجی کوئی ہے کہ ان سے حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی خوب واقف ہیں اور آپ کی سرکار سے یعنی میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم کے عہد سے کچھ وظیفہ بھی ان کے ورثہ کا مقرر ہے تو وہاں سے بھی حال معلوم ہو سکتا ہے جب کسی مد کا روپیہ یہاں بھیجنا ہو تو اس قدر روپیہ یعنی ایک سو پچیس ۱۲۵ روپے، ڈیڑھ آنہ ان کے ورثہ مستحق کو دے کر مجھ کو اطلاع دو کہ میں اس کے موافق کاربند ہوں۔

بخدمت حافظ صاحب عبد الکریم خاں بہادر سلام مسنون کے بعد فرما دو کہ میں کبھی دعائے خیر سے غافل نہیں ہوں اور یہی بخدمت مولوی عبد الحکیم صاحب سلام مسنون و آرزوئے ملاقات کے (بعد) یہ التماس ہے کہ ہنوز کوئی نامہ ان کا نہ پہنچا ہے اور نہ کسی کی معرفت کچھ پیغام آیا ہے۔ آپ اپنے فرزند اور اپنے اور میرے احباب کی خدمت میں سلام و دعا فرما دو۔ آئندہ فقیر کے حسن خاتمہ کے واسطے دعا کرو۔ چونکہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی مجھ کو ہمیشہ تقاضا کرتی ہیں کہ میں مریض رہتی ہوں اور مجھ کو اپنے پوتے پر کچھ اطمینان نہیں ہے اس لیے میں مولوی عبد الحکیم صاحب کی امانت سے بہت منتشر و مضطرب رہتی ہوں اسی وجہ سے مجھے بار بار مولوی صاحب کو یاد دلانا ہوتا ہے۔ آپ یہ پھر ان سے (.....)

مگر یہ ہے کہ جناب مولانا محمد یعقوب صاحب کی صاحبزادی کا خط بنام مولوی عبدالحکیم صاحب جدا جاتا ہے اس خط ( ) یہ واقع ہوا کہ وہ طہارہ میں گئی تھیں اس عرصہ میں ان کا پوتا آکر ایک صندوقچہ امانتی مولوی صاحب اٹھالے گیا وہ اطلاع کر چکی۔ اس طرح سے وہ لڑکا خراب محل میں برباد کر دیا گیا۔ حاصل اگر ان کو یہی منظور ہے تو بی بی صاحب کو اجازت دیں کہ وہ اپنے مصرف میں لاویں (... برحاشیہ) مقابلہ کر سکتی ہیں وہ بے چاری کی جان کا دشمن ہو رہا ہے مرزا صاحب کے متروکہ کو خراب کر دیا اس امانت کو اپنی جان کے ساتھ رکھتی ہیں کہیں لحظہ بھر کو نہیں جاتی یہاں ہر قسم کی مفتاحیں ملتی ہیں اس نے رکھ چھوڑی ہے جب فرصت پاوے گا باقی کو بھی یوہیں برباد (...) رکھا ہے کہ نہ اس کی نسبت کچھ کرتے ہیں نہ کچھ بولتے ہیں ( ) کرتی ہیں، ضرور جواب چاہیئے۔

یکے از کمترین غلامان منور علی تسلیم مسنون و آرزوئے دست بوسی کے بعد عرض کرتا ہے کہ سابق نامہ سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔ حضور کی اکثر باتوں کا جواب قبل میں بجواب گرامی نامہ مورخہ نہم شعبان لکھا جا چکا ہے۔ باقی حالات جناب حضرت اعلیٰ اقدس دام ظلہ کے کرامت نامہ سے روشن ہوں گے۔

پہلے جو لفافہ بذریعہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نازی گیا ہے اس میں ایک خط بنام مولوی عزیز الرحمٰن صاحب تھا جس کو جناب نے ان کے پاس پہنچا بھی دیا، اس لفافہ بھیجنے سے یہی غرض تھی کہ حضور کے ملاحظہ مبارک میں (...) سہو سے ایسا نہ لکھا بلکہ جب حضور نے رقم فرمایا کہ میں نے اجازت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو بجنسہٖ (...) پاس بھیجدیا تو حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ نے بطور الزام بندہ کو فرمایا کہ کیوں اجازت نہ لکھی؟ اس خط میں بھی تاکید (...) مولوی نذیر احمد خاں کا جواب نہ چھاپا جائے اور نئی تحریرات و تردیدات و طول مباحثہ و معارضہ کی برائی لکھی تھی۔ اب جناب والا کو رسالہ " در منظم " کا مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کے پاس ضرور نہیں ہے جناب مولوی کرامت اللہ خاں صاحب نے جناب

مکرر یہ ہے کہ جناب مولانا محمد یعقوب صاحب کی صاحبزادی کا خط بنام مولوی عبدالحکیم صاحب جدا جاتا ہے اس خط (. . .) یہ واقع ہوا کہ وہ طہارہ میں گئی تھیں اس عرصہ میں ان کا پوتا آکر ایک صندوقچہ امانتی مولوی صاحب اٹھالے گیا وہ اطلاع کر چکی۔ اس طرح سے وہ لڑکا خراب محل میں برباد کر دیا گیا۔ حاصل اگر ان کو یہی منظور ہے تو بی بی صاحب کو اجازت دیں کہ وہ اپنے مصرف میں لاویں (. . . برجائیہ) مقابلہ کر سکتی ہیں وہ بے چاری کی جان کا دشمن ہو رہا ہے مرزا صاحب کے متروکہ کو خراب کر دیا اس امانت کو اپنی جان کے ساتھ رکھتی ہیں کہیں لحظہ بھر کو نہیں جاتی یہاں ہر قسم کی مفتاحیں ملتی ہیں اس نے رکھ چھوڑی ہے جب فرصت پاوے گا باقی کو بھی یوہیں برباد (. . .) رکھا ہے کہ نہ اس کی نسبت کچھ کرتے ہیں نہ کچھ بولتے ہیں ( ) کرتی ہیں، ضرور جواب چاہیے۔

یکے از کمترین غلامان منور علی تسلیم مسنون و آرزوئے دست بوسی کے بعد عرض کرتا ہے کہ سابق نامہ سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔ حضور کی اکثر باتوں کا جواب قبل میں بجواب گرامی نامہ مورخہ نہم شعبان لکھا جا چکا ہے۔ باقی حالات جناب حضرت اعلیٰ اقدس دام ظلہ کے کرامت نامہ سے روشن ہوں گے۔

پہلے جو لفافہ بذریعہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نازی گئی گیا ہے اس میں ایک خط بنام مولوی عزیز الرحمٰن صاحب تھا جس کو جناب نے ان کے پاس پہنچا بھی دیا، اس لفافہ بھیجنے سے یہی غرض تھی کہ حضور کے ملاحظہ مبارک میں (. . .) ہو سے ایسا نہ لکھا بلکہ جب حضور نے رقم فرمایا کہ میں نے اجازت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو بجنسہ (. . .) پاس بھیجدیا تو حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ نے بطور الزام بندہ کو فرمایا کہ کیوں اجازت نہ لکھی؟ اس خط میں بھی تاکید (. . .) مولوی نذیر احمد خاں کا جواب نہ چھاپا جائے اور نئی تحریرات و تردیدات و طول مباحثہ و معارضہ کی برائی لکھی تھی۔ اب جناب والا کو رسالہ "درمنتظم" کا مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کے پاس ضرور نہیں ہے جناب مولوی کرامت اللہ خاں صاحب نے جناب

مولوی کرامت اللہ خاں صاحب نے جناب مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت (میں) بھیج دینے کا وعدہ کیا ہے۔ مسئلہ امکانِ کذب (ب) کی وجہ سے تمام علمائے حرمین شریفین زادھا اللہ شرفا علمائے دیوبند سے ناراض و بدظن ہو گئے۔

مولوی منظور احمد صاحب اس قافلہ میں مدینہ منورہ سے تشریف لاتے ہیں اور جب سے کمترین یہاں ہے (...) کمترین کے یہاں قیام فرماتے ہیں وہ بیان فرماتے ہیں کہ حیدرآباد سے بہت سے روپیہ مستحقان مدینہ طیبہ کے (لیے ...) تقسیم کے واسطے آیا، بہت سے بندی کو دیا گیا، مگر جناب مولوی رفیع الدین صاحب کو نہیں دیا گیا کہ یہ دیوبندی وہابیہ میں سے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ معتبر شخصوں نے بڑی کوشش کی اور اس خیال کی تردید ان کی طرف سے کی گئی مگر کچھ مفید نہ ہوا۔

مولوی نذیر احمد خاں کے خط کے جواب کی نقل جو ملفوف بلفافہ ہذا ہے یہ بجنسہٖ ویسا ہی ہے جو اُن کے پاس روانہ ہوئی ہے اور پہلی نقل میں کچھ بعض جا کم و بیش ہے پس حضور مناسب سمجھیں تو انوار ساطعہ کے ذریعہ سے اس کو مشتہر فرمادیں مگر اس خط کا وہ فقرہ کہ "مجھ کو اپنی تکفیر کا غم نہیں" اس جملہ کو چھپوانا احقر کی رائے میں مناسب نہیں۔ آیندہ حضور کو جیسا مناسب ہو ویسا فرمادیں۔ اگرچہ جناب حضرت اعلیٰ اقدس کو ہمیشہ تمام مخلوق کے ساتھ شفقت و نیک گمان ہے اور سب کو صالح و متقی دیندار سمجھتے ہیں (المرء) یقیس علیٰ نفسہٖ۔ لیکن آج کل حال توحید کو بہت ہی غلبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی عالی ظرف اور (...) و زمین سے وسیع تر کیا ہے ورنہ متوسط درجہ کے اولیاء اللہ اگر اس توحید کے درجہ کو پہنچے تو ان کا منصور علیہ الرحمۃ کا سا حال ہوتا۔

اس لیے آج کل اور بھی سب نیک و بد کے ساتھ برابر برتاؤ ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب کیا، کسی قسم کے بدچلن شخص کی نسبت گمان بد نہ کریں گے اور جہاں تک ممکن ہوگا اس کے سوال و مقصود کے پورا کرنے میں سعی فرمادیں گے۔

چونکہ مولانا رحمۃ اللہ صاحب نے یہ ارشاد کیا تھا اور خیال آتا ہے کہ آپ کے نام

کے خط میں بھی لکھا تھا کہ یہی درمنتظم کی تقریظ انوار ساطعہ کے واسطے بھی کافی ہے اسی لیے احقر نے عرض کیا تھا۔ اور جو کوئی استفتار کسی رسالہ وکتاب واخبار میں چھاپا جائے گا تو وہ نقل ہی ہوگا، اصل (...) پھر کیا وجہ ہے کہ اس استفتار کا اعتبار نہ کریں گے تمام خلقت کو کیا معلوم ہے کہ (...) اصل سے نقل ہوا ہے یا نقل سے نقل ہوا ہے۔ یوں تو منکرین تمام دنیا کے علمار وجمہور (...) کے مخالف ہیں۔ الحمد اللہ انوار ساطعہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام ملکوں میں مقبول کیا اور (...) کی طرف سے براہین قاطع کو غیر مقبول اور ہم تمام خدام حضرت اقدس کو یہ یقین ہے کہ ان دونوں کی مقبولیت وغیر مقبولیت ایک ولی اللہ زماں وقطب دوراں کے قبول و ردّ کی وجہ سے ہے اور ایک مخلص کے اخلاص کا ظہور ہے۔ اگر موقع ہو تو مولوی عزیز الرحمٰن صاحب سے استفسار فرماویں کہ جس تحریر میں حضرت کا ارشاد ہے (...) مسئلہ امکان کذب کو واسطے تشفی خاطر مولوی عبدالسمیع صاحب کو بھی دکھلادو وہ تحریر کہاں ہے؟ مجھ کو دکھلائی اگر وہ تحریر (...) جائے گی تو بالکل حقیقت اس واقعہ کی اور تحریف ونفسانیت بھی ظاہر ہوگی۔ جناب مولانا رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں (بعد) تسلیم وآداب عرض کر کے انوار ساطعہ کی تقریظ لکھ دینے کے واسطے استدعا کی، وعدہ تو فرمایا ہے۔ اگر آج کل میں عنایت کریں گے تو اس کے ساتھ روانہ ہوگی ورنہ انشاء اللہ بعد کو۔ جس طرح حضور کو علالت کی وجہ سے خط لکھنے میں بہت تکلیف ہوئی ویسا ہی اس کے جواب طول طویل کے پڑھنے میں بھی تکلیف ہوگی معاف فرمایا جائے۔ اللہ تعالیٰ دماغ کو اور کل اعضا کو قوت و صحت بدرجہ اتم عنایت فرماوے۔

ایک خط بنام حاجی محمد اسحٰق صاحب وجناب مولوی کرامت اللہ خاں صاحب[1] ملفوف ہیں۔ دونوں صاحب کے نام لفافہ وٹکٹ دے کر روانہ فرمادیا جائے[2]

---

[1] اس کے بعد فقرہ: اور دوسرا بنام مولوی عبدالرحمٰن صاحب تازی کا تحریر کر کے قلم زد کر دیا ہے۔

[2] یہاں تک کہ درمیان کی عبارت مولوی منور علی نے اپنی طرف سے لکھی ہے۔ بجگر ہے سے جو عبارت شروع ہوتی ہے وہ خط کے حاشیہ پر باریک لکھی ہے اور غالباً حضرت حاجی صاحبؒ ہی کی جانب سے ہے۔ اس کے بعض الفاظ کٹ گئے یا منتشر ہوگئے ہیں۔

مذکور یہ ہے کہ ایک خط جو بنام مولوی خلیل احمد امیٹھوی و مولوی محمود حسن صاحب
دیوبندی حاجی محمد اسحاق صاحب وغیرہ کے نام کا خط جاتا ہے ملفوف فرما کر روانہ کر دیا جائے
(.....) بھیجا گیا بجنسہ اس کی نقل ملاحظہ عزیز کے واسطے جاتی ہے اس کے طبع ہونے
کی مصلحت ہے لیکن بعد کو جب حجاج واپس جائیں کیوں کہ ایسا نہ معلوم ہو کہ یہاں
سے آپ کے پاس بھیجا گیا جب یہاں کا حال معلوم ہو گا تو نصیحت کا کچھ فائدہ نہیں۔
ناصح کو چھپا کر نصیحت نہ کرنا چاہیے (.....) کے ذریعہ سے اپنا نقصان معلوم کر نا
بڑا (.....) ہوتا ہے۔ (.....) آئندہ جیسی مصلحت ہو (ویسا کیجیے) یہ خط
مولانا رحمت اللہ صاحب و مولانا محمد عبد الحق صاحب وغیرہ علماء کی تجویز سے لکھا گیا ہے اور
اس کا مضمون پسند کیا ہے دونوں مولانا آپ کی خدمت میں بہت بہت سلام مسنون
پہنچاتے ہیں۔

۷۸۶
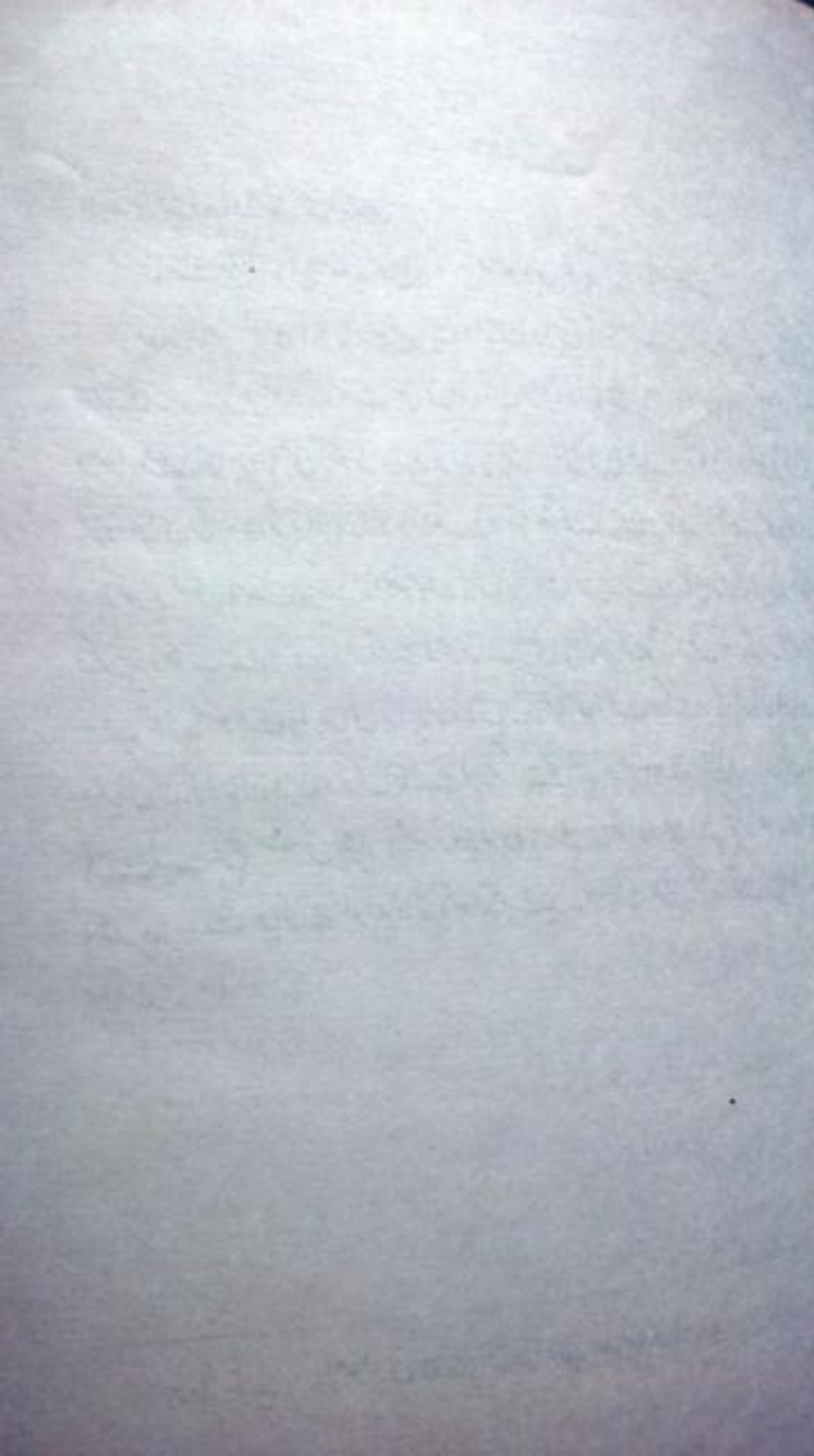
از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت عزیز باتمیز سعید کونین عزیزم مولوی عبد السمیع دام محبتہ

بعد سلام مسنون و دعاے خیریت دارین واضح آنکہ مسرت نامہ فرحت افزا سامع پایہ صدری رسید خوشنود ساخت حق تعالیٰ آن عزیز را باین یاد آوری ہا از جمیع حوادثات و عوارضات ظاہر و باطنی محفوظ دارد و از عارضہ لاحقہ شفا بخشد و ذوق و شوق و محبت خود روزی کند و دائم بران دارد و خاتمہ ما و شما بخیر کند آمین۔ اوراد معمولہ خود کردہ باشند و بذکریکہ متحمل باشند بکنند۔ معلوم شد کہ دماغ آن عزیز بسیار ضعیف گردیدہ و طاقت ذکر جہر و ضرب ندارد باید ذکر آہستہ اسم ذات یعنی اللہ بکنند ترکیبش آن کہ لسان دہن و نوک قلب صنوبری را بخیال برابر کردہ زبان را باسم ذات حرکت دہد اللہ اللہ بگوید و خیال کند کہ زبان دہن و نوک قلب برابر حرکت می کند و ہر دو بار اللہ را ساکن دارد باین حیثیت پنج شش ہزار بار ہر روز کردہ باشند مگر درین حال ذکر خلوے معدہ باشد بہتر است و الا بے خلو ہم فائدہ خواہد بخشید۔ ان شاء اللہ۔ مکرر آنکہ بر مسائل اختلافیہ مہر نکنند۔ ۱۲

برحاشیہ : از مولوی رحمت اللہ صاحب سلام و دعا برسد

اس خط کے حاشیے پر بھی مولوی رحمت اللہ کیرانوی کو سلام کہا ہے لہٰذا یہ خط [illegible] سے قبل کا خط ہے۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ

قبل اس کے چند خطوط ارسال خدمت ہو چکے ہیں مولوی عبدالحی صاحب آئے اور حج بدل بفضلہ ادا کر لیا لیکن جس جہاز پر وہ سوار تھے بہت دیر کر کے پہنچا اس لیے وہ یہاں ساتویں ذی الحجہ کو پہنچے ۔ رجبن بازار کے دو حاجیوں سے آپ سب صاحبوں کی خیر و عافیت معلوم ہوئی لیکن آپ کی کوئی تحریر ان کے ہاتھ نہ آئی حالانکہ یہ دونوں صاحب کہتے ہیں کہ ہم ملاقات کر کے چلے اور ہم سے کہا کہ حضرت کے واسطے کچھ روپے لے جانے کو ہیں وہ لیتے جاؤ مگر شاید کسی دوسرے شخص کے ہاتھ آپ کے خط آتے ہوں ۔ ایک جہاز مسمیٰ دکھن قریب مہینہ سے قرنطینہ میں کامران میں مقید ہے شاید اُسی پر خط ہوں ۔ فقیر نے قبل ہی عرض کر دیا تھا کہ بعد ادائے قرض حاجی محمد شفیع صاحب بڈھانوی کے اگر کچھ روپے یہاں بھیجا ہو تو وہ حافظ عبداللہ صاحب مرحوم کے ورثہ کو دے دینا اس سے دونوں کو روپے کے ملنے میں آسانی ہے ۔ فقیر کے پاس ان کا روپیہ جمع ہے کہ اس کا حساب قبل لکھا جا چکا ہے ۔ بہر کیف حاجی محمد شفیع صاحب بڈھانوی کے پیغام کئی دفعہ آ چکے ہیں اس لیے آپ مہربانی فرما کر ان سے رسید اس قدر روپے جس قدر آپ نے ادا فرمایا ہے لے کر جلد عنایت فرما دیں اور حالات اِن شاء اللہ تعالیٰ آئندہ لکھے جائیں گے اور زبانی عزیزم حاجی میاں ظہور الاسلام صاحب سے روشن ہوں گے زیادہ والسلام ۔ سب احباب و عزیزوں کی خدمت میں سلام علیک عرض کر دو خصوصاً اپنے شاگرد رشید کی خدمت میں ۔ فقط

از مکہ معظمہ

۲۰ ذی الحجہ روز چہارشنبہ ۱۳۰۷ ہجری

کے از کمترین غلامان کاتب الحروف منور علی عفی اللہ عنہ تسلیم مسنون حضور کے
واسطے عرفات و منیٰ و مزدلفہ مقامات متبرک میں بفضلہ تعالیٰ بالتخصیص دعا کی گئی۔
حضور کے سب خطوط کے جواب روانہ ہو چکے ہیں۔ جو خط کہ مولوی عبدالحی صاحب
لائے ہیں اس کا جواب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ عرض کروں گا۔ اس وقت باعث
عذر کے نہ لکھ سکا آئندہ امیدوار دعا۔ اگر جناب مناسب سمجھیں تو مولوی نظیر احمد خاں
رامپوری (کذا) کا جواب طبع کرا دیں کہ بہت لوگ اعلیٰ حضرت کی رائے ان اختلافی
مسائل میں دریافت کرتے ہیں لیکن ابھی مولوی خلیل احمد امیٹھوی کے نام کا خط
نہ مشتہر فرما دیں
جناب مولوی منظور احمد صاحب حسب معمول اعلیٰ حضرت کی زیارت و حج
کو مدینہ طیبہ سے آئے ہیں حضور کو سلام علیک فرماتے ہیں دو چار روز میں پھر واپس
جائیں گے۔ حاجی میاں ظہور الاسلام صاحب کمترین سے نقل خط مولوی نذیر احمد خاں
صاحب (کذا) چاہتے ہیں حضور پچھلی نقل کی نقل ان کو عنایت فرما دیں اور مولوی خلیل احمد
صاحب کے خط کی بھی۔ فقط۔ بہر کیف آپ کو اختیار ہے کہ دیں چاہے نہ دیں جیسا
مناسب سمجھیں۔ چونکہ میں ان کو آپ کی جماعت کا سمجھتا ہوں نہ معلوم کہ یہ سمجھ صحیح
ہے یا غلط اس لیے گذارش کی۔ فقط

برحاشیہ:
خط اسی حاجی محمد شفیع چشتی صابری کا ملفوف ہے ان کے پاس روانہ فرما دیں۔ فقط

لفافہ:
بعونہ تعالیٰ مقام میرٹھ
بخدمت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی عبدالسمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
بمعرفت حاجی ظہور الاسلام صاحب میرٹھی

انکٹ (معظم)
(ڈنگا...)

مولوی عبدالحی کو پہنچا اور جواب ملا
کہ اور پیچھے سے ...ان کی رائے

لفافہ پر نیچے کی عبارت مولوی عبدالسمیع بیدل کے قلم سے ہے۔

بقلم امداد اللہ عفی اللہ عنہ[1]

باعث تحریر ضروری کا یہ ہے کہ عرصہ ہوا کہ تم نے لکھا تھا کہ قرضہ حاجی محمد شفیع بیڈانوی کا دو سو ساٹھ روپیہ کا جو میری طرف ہے یعنی فقیر کی طرف اُس کے ادا کرنے کا ذمہ عزیز جان محی الدین خلف حافظ عبدالکریم خان بہادر نے اپنی طرف کر لیا ہے، سو معلوم نہیں کہ وہ ادا ہوا یا نہیں۔ محمد شفیع کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نہیں ہوا اس واسطے لکھا گیا (جاتا ہے) کہ فقیر محمد شفیع کا دو سو ساٹھ روپیہ کا مقروض ہے اس میں جس قدر عزیز جان موصوف دیں اس کو مشارٌالیہ کو دے کر رسید لے لیں باقی فقیر کو لکھیں کہ یہاں سے تجویز کر کے روانہ کیا جائے اس حال سے جلد اطلاع دیں۔ عزیز جان حافظ محی الدین و جناب حافظ عبدالکریم خان صاحب مولوی عبدالحکیم صاحب و دیگر دوستاں نام بنام سلام دعا قبول باد۔

مولوی عبدالحی صاحب آئے اور حج ادا کیا اور جو پارچہ پیسہ مجھ کو تم نے روانہ کیے تھے پہنچائے حسب مرضی فقیر کے ہوئے بدن میں بہت اچھے آئے جزاکم اللہ خیرالجزاء۔ مولوی موصوف بیماری کا عذر کرتے تھے کہ دیر میں آئے اگر بیمار نہ ہوتا تو رجب شعبان میں آجاتا۔ اطلاعاً لکھا گیا۔

فقط

---

[1] تحریر حضرت حاجی صاحبؒ نے خط نمبر   پر اپنے دست مبارک سے اضافہ کی ہے۔

(۱۴)

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت عزیز القدر مولوی عبدالسمیعؒ صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون و دعائے خیر واضح رائے عزیز باد مسرت نامہ آں عزیز مع دو اشرفی بے پوری مرسلہ عزیز جانی وحید الدین و دہ روپیہ مرسلہ آن عزیز و رضائی اطلس مرسلہ ہمسر مرحوم شما ہمراہ منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب رسیدند و نیز دو تھان ململ و چکن و بست و دو روپیہ مرسلہ والدہ وحید الدین رسیدند۔ ہر دو تھان بموجب تحریر بصرف خود آوردم و بست و دو روپیہ بمحتاجین دادہ شد۔ نوشتہ بودند کہ ہشت تن از مرد و زن در عمر خانہ بندہ بودند در سہ چہار سال ہمہ انتقال نمودند انا للہ وانا الیہ راجعون در تقدیر الٰہی کسے را چارہ نیست اللہ تعالیٰ آن مرحوماں را بہ بخشد و بجنت رساند۔ آمین۔ منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب مرد صالح و دین دار و امانت دار ہستند کارے کہ حافظ عبدالکریم خان صاحب باو شان سپردہ بودند بدیانت و امانت بخیر و خوبی بجا آوردند بانجام رسانیدند لائق تحسین ہستند۔ بصلاح مولوی رحمت اللہ صاحب[1] و فقیر عزیزم احمد حسین را شریک حال شان کردند و نیز حافظ عبداللہ در تقسیم خیرات ہمراہ بودند مگر الحمد للہ بعرصہ قلیل ہمہ امور طے شدند اطلاعاً بقلم آمدند ۱۲ از فقیر بخدمت حافظ عبدالکریم خاں بہادر صاحب و مولوی عبدالحکیم صاحب و عزیز جان وحید الدین سلام رسانند ۱۲ و عبدالرحمٰن خاں صاحب داخل سلسلہ شدند اللہ تعالیٰ قبول فرماید۔

---

[1] اس خط میں مولوی رحمت اللہ کیرانوی کا ذکر ہے، ان کا انتقال ۲۲ رمضان سنہ ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ء) کو ہوا، یہ خط سنہ ۱۳۰۸ھ سے قبل لکھا گیا ہے۔

بحضور مخدومی و مطاعی جناب مولانا مولوی عبدالسمیع صاحب دامت برکاتہم

از فقیر سراپا تقصیر متوکل علی بعد تسلیم مسنون و دست بوسی کے یہ عرض ہے کہ کل حالات جناب حضرت اعلیٰ اقدس سیدی و مرشدی کے کرامت نامے سے روشن ہوں گے احقر نے قطعہ عریضہ بذریعہ جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب مع رسید پانچ روپیہ عطیہ والا ارسال خدمت عالی کیا ہے) احقر نے حضور کا رسالہ جا بجا سے حضرت اعلیٰ اقدس مدظلہ کو سنا دیا ہے حضرت سلمہ نے خود بھی اکثر جگہ سے ملاحظہ فرمایا ہے اور روزانہ سنا حقر فرمایا ہے۔ یہاں کے بعض علماء کو بھی ملاحظہ کو ارشاد کیا ہے۔ احقر کو یہ وہم پیدا ہوا ہے کہ احقر سے کوئی تقصیر ہو گئی ہے اس لیے حضور کو کچھ ملال ہے کہ دو قطعہ نامہ مبارک آیا اس میں احقر کو سلام و دعا سے سرفراز نہ فرمایا خدا کرے کہ یہ وہم احقر کا غلط نکلے اور کسی اور وجہ سے سلام و دعا لکھنا سہو ہو گیا ہو۔ اس دفعہ جو حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ کے نام مبارک سے آپ کا خط آیا ہے نہ اس میں سلام ہے اور جو پہلے بنام مولانا خلیل الرحمن صاحب آیا تھا نہ اس میں سلام تھا۔ اگر کوئی خطا معلوم ہوئی ہو تو ضرور معاف فرمادیں اور احقر کو اس سے مطلع فرمادیں کہ عذر پیش کرے یا معافی چاہے۔

زیادہ تسلیم و امیدوار دعا و عنایت۔ فقط

بخدمت سراپا محبت عزیزم مولوی محمد صاحب سلام مسنون و بخدمت شریف جناب حافظ عبدالکریم خاں صاحب بہادر نجم الہند و جناب شیخ وحید الدین صاحب سلمہ و جمیع شاگردان و فیض یابان جناب والا سلام مسنون فرمادیں۔ مولوی محب الدین و مولوی عبداللہ و منشی عبداللہ و میاں نیاز احمد و میاں عبدالرحیم خاص خادم حضرت سیدی و حافظ احمد حسین صاحب صاحبزادہ سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

اس خط میں مولوی عبدالسمیع بیدل کے کسی رسالے کا ذکر ہے جسے حاجی صاحب نے روزانہ سنا حقر فرمایا ہے یہ بظاہر رسالہ انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ ہی ہو سکتا ہے جو پہلی بار ۱۳۰۲ھ میں میرٹھ سے چھپا تھا اور دوسرا ایڈیشن ترمیم و اضافے کے ساتھ ۱۳۰۷ھ میں شائع ہوا تھا۔ گمان یہ ہے کہ یہاں انوار ساطعہ کے دوسرے ایڈیشن ہی کا حوالہ ہے اس لیے یہ خط ۱۳۰۷ھ کے بعد کا ہو سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ

بخدمت سراپا عنایت ومحبت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے چند خطوط آئے، خوشی ومسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بدین یادنسالئ مکروہات دارین سے محفوظ رکھ کر صلاح وفلاح دارین عطا فرماوے۔ آپ کے خطوط کے جواب عزیزم مولوی منور علی صاحب سلمہ کے ہاتھ پہنچیں گے۔ عزیز موصوف کو آپ صاحبوں کی خدمت میں جس غرض وامید سے بھیجتا ہوں اللہ تعالیٰ اس میں کامیاب فرماوے۔ آپ اپنی طرف سے اس معاملہ میں جہاں تک ممکن ہو اس کی کامیابی میں کوشش کریں۔ الحمد للہ فقیر کو دنیا کے کسی امور کا غم نہیں ہے لیکن آپ لوگوں کے آپس کے اختلاف کا ایسا سخت غم ورنج ہے کہ ہمیشہ اس کے باعث دل منقبض وپژمردہ رہتا ہے اس لیے آپ لوگوں کو مناسب تھا کہ ہمارے غم والم کے دور کرنے میں بدل مستعد وآمادہ ہو جاتے، میری رضامندی وخوشنودی کو حاصل کرتے۔ فقیر نے حتی الوسع اپنی جماعت کی مخالفت دور کرنے کو اور مصالحت پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن ابھی تک حسب خواہ نتیجہ نہ نکلا، اب بالآخر یہ مصلحت معلوم ہوئی ہے کہ عزیزم مولوی منور علی صاحب سلمہ کو اپنی طرف سے آپ صاحبوں کی خدمت میں بھیج کر صورت مصالحت کی پیدا کی جائے، چنانچہ عزیز موصوف بہمہ وجوہ تیار ہیں۔ ان شاء اللہ آیندہ جہاز میں سوار ہوں گے، وہ جو کچھ کہیں یا رائے دیں وہ بعینہ میرا کہنا وسننا سمجھیں آیندہ سب حالات زبانی عزیز موصوف ظاہر ہوں گے زیادہ والسلام۔ فقط

بخدمت میاں وحید الدین صاحب ومیاں محمد صاحب ودیگر عزیزان واحباب السلام علیکم۔ فقط ۲۲ صفر ۱۳۰۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ

بخدمت سراپا عنایات و محبت عزیزم مولانا محمد عبدالسمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — آپکے چند خطوط آئے خوشی و مسرت ہوئی
اللہ تعالیٰ آپکو بعافیت بافراغت رکھے اور ہر شر سے محفوظ رکھکر صلاح و فلاح
دارین عطا فرمادے۔ آپکے خطوط کے جواب عزیزم مولوی منصور احمد سلمہ
کے ہاتھ بھیجینگے عزیز موصوف کو آپ صاحب کی خدمت میں جس
غرض و امید سے بھیجا ہوں اللہ تعالیٰ اوسکو حسن خوبی سے انجام کرے
آپ اپنی طرف سے اس معاملہ میں جہانتک ممکن ہو ادنیٰ کوتاہی نہ
کوشش فرمائیں الحمدللہ یہ فقیر دنیا کے کسی امور کا غم نہیں ہے لیکن
یہ بہ لوگ آپکے اس تلذذ کا ایسا سخت غم و رنج ہے کہ ہمیشہ

مہر
محمد امداد اللہ فاروقی
۱۲۷۹ھ

برحاشیہ : از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب
از منور علی عفا اللہ عنہ و حاضرین خدمت عالیہ تسلیم مسنون
قبول باد کاتب الحروف نیاز احمد تسلیم می رساند
از حافظ احمد حسین صاحب و جناب مولوی رحمت اللہ صاحب
سلام مسنون!

(۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت سراپا اختصاص و سراسر اخلاص عزیزم مکرم جناب مولوی عبد السمیع صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط مورخہ ۲۹ جمادالاولیٰ آیا، کیفیت معلوم ہوئی۔ نہایت مسرور و مشکور کیا خداوند تعالیٰ اس عزیز کو اپنی محبت عطا فرما کر خاتمہ بالخیر کرے۔ بوجہ ضعف طبیعت گو ندسست رہتی ہے، حرم شریف کو جمعہ کے دن جانا دشوار ہوتا ہے۔ کبھی سواری پر اور کبھی پیدل جانا ہوتا ہے تو نہایت تکلیف ہوتی ہے حسن خاتمہ کی دعا کریں۔ اتفاق ہونے کی کیفیت دیکھ کر نہایت فرحت (و) سرور فقیر کو ہوا۔ اتحاد برادرانِ طریقت سے فقیر کو بہت فرحت ہے۔ اللہ تعالیٰ فقیر کے جمیع احباب کو آپس میں ہمیشہ خیر و شکر رکھے۔ مبالغ مرسلہ آپ کے وصول ہوئے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

اشتہارات چھپوا کر اگر تقسیم کیے جاویں تو کوئی حرج نہیں، جہاں فقرہ (اتفاق دائے بظاہر غیر ممکن ہے) اوس کو جناب مولانا رشید احمد صاحب سے دریافت کر کے دور کر دیا جاوے۔ اور جو لفظ آپ کے خط میں غیر مناسب ہووے وہ نکالا جاوے اور مشتہر کیا جاوے تو اچھا ہے جس طرح ممکن ہو صلح صفائی ہونا بہت بہتر ہے اور موجب رضائے فقیر ہے۔ عزیزم مولوی ( ) علی صاحب کو اسی غرض سے روانہ کیا گیا ہے تاکہ آپس میں ربط ضبط ہو جاوے۔ تفرقہ انداز ( ) نہ سننا چاہیے حنفی مذہب صوفی مشرب رہنا فقیر کو پسند ہے۔ بذریعہ خطوط حالات سے مطلع کیا کرو۔ جناب مولوی رفیع الدین مرحوم ۱۱ جمادی الاوّل کو مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بڑے بانصیب تھے کہ اپنے شفیع کے در پر جا پڑے۔ عزیزم حافظ

عبدالکریم خان صاحب بہادر و عزیزم وحید الدین وغیرہ سب صاحبوں کو السلام علیکم کہہ دینا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر (فرمائے)

از مکہ مکرمہ محلہ حارۃ الباب

مورخہ ۱۲ رجب ۱۳۱۰ھ

کیفیت مکان واقع جبل عمر مولوی احسن صاحب کے خط سے مفصل معلوم ہوگی وہ اوس میں مقیم ہیں۔ انوار ساطعہ طبع جدید سے ہنوز اطلاع نہ ہوئی اور نہ اب تک آئی۔ رسالہ لمعات الانوار مولوی انوار اللہ صاحب کا طبع ہوگیا ہو تو روانہ کرنا۔

لفافہ

اللّٰہم بلغ بالخیر بمقام کمپ میرٹھ کوٹھی عبدالکریم خاں صاحب بہادر

بخدمت فیض درجت سراپا محبت و عقیدت عزیزم مولوی عبدالسمیع صاحب زید عزفہ بعد

صفر ۱۳۱۰ھ

خلیل اللہ پنجابی نہ میرا مرید نہ میرے پاس اوس کی کارگزاری لکھی آتی ہے

(۱۹)

جناب قبلہ و کعبہ این احقر عبیدان مخدوم معظم فرزندان جناب مولانا صاحب دام ظلکم
السّلام علیکم و عینی تحت نعلیکم، اما بعد. وصول مع الخیر محترم رقیم
واجب التکریم ام کہ حضرت مولانا و مرشدنا سرکار ہادی نامدار و پیر و مرشد قطب الاقطاب
ادام اللہ ظلالہم ہمچو سنین ماضیہ صحیح و قوی فی عیشۃ راضیۃ ہستند، سوائے جمعہ
بر سواری در حرم محترم تشریف نمی آرند۔ شکوہ ضعف بصر است مگر تیز دم قوی البصر
شدند کہ اول بلا امداد عینک دیدن نمی توانستند و حالا اشیاے بعیدہ و اشیاے قریبہ
بلا عینک ملاحظہ می فرمایند وخط جناب بچشم مبارک خود بتمامہ ملاحظہ فرمودند و نام نامی جناب
برادرم شیخ وحید الدین صاحب دام اقبالہم ملاحظہ فرمودند۔ کلمات مقبول پُر ثنا و دعا
بر زبانِ مبارک آوردند بندہ ہم نہایت محظوظ شدہ آمین گفت سلام مجانہ بہ شیخ صاحب
موصوف (......) توہین و تحقیر مولوی عبد السمیع نوشتہ شد شاید ازین باعث
(....) و کدورت در خاطر مولوی عبد السمیع نشستہ باشد بلاشک در براہین کلمات
خلاف تہذیب نوشتہ است۔ الحاصل حضرت شیخ در بارہ ثناے و مسائل جانبین
کلمات صاف نمی فرمایند۔ گاہے چنین و گاہے چنان می فرمایند۔ و مولوی منور علی، مولوی
غلام دستگیر قصوری را قصور وار کثیر و کذاب و شریر و مفتری و دروغ گو علی الاعلان می گویند
رو بروے حضرت ہمین کلمات مولوی قصوری را یاد می کنند۔

و بتاریخ ۲۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۸ھ شب جمعہ بعد عشاء مولوی رحمت اللہ صاحب
مرحوم و مغفور از دار فانی در جنت جاودانی برضاے ربانی انتقال فرمودند۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا
اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وارثان جناب مولانا مرحوم اہل خانہ و پسرے از حرم و ابن برادر زادہ
مولوی صاحب محمد سعید نامی باقی ہستند و وصی ہم محمد سعید است۔ بست و پنج روپیہ
جناب نزد حضرت سرکار امانت داشتہ ام اگر ارشاد تحریری نافذ شود مبلغان مذکور بہ اہلیہ
مولوی صاحب مرحوم دادہ شوند و ہمین رائے حضرت سرکار است۔ اگر مقبول شود و اگر

بابعد رجوع از مدینہ منورہ جواب عریضہ ہذا نزدم نرسید مبلغان معلومہ بہ بالیہ مولوی
صاحب دادہ خواہم آمد چرا کہ رائے ( ) و ہم تربیت پسر مولوی صاحب
مرحوم کہ بے مادر است ( ) ایشان را ضرورت خرچ بسیار است۔ آیندہ ہرچہ
رای جناب ( ) سرکار خطی قبل رمضان شریف روانہ کردہ شدہ است مگر من عرض
کردم کہ تا ۱۵ شوال نزد مولوی صاحب ہرگز نرسیدہ، حضرت می فرمودند و مولوی
منور علی نیز می گفتند کہ دران خط بسیار مضامین نوشتہ شدہ بودند افسوس نرسید جوابش
یعنی این خط کہ ہمراہ من بود خواہم آورد زیادہ نیازہ۔ و مولوی عبداللہ صاحب مع دیگر
دیوبندیان راہی مدینہ منورہ شدہ اند عن قریب قریب وصول اند (کذا) وقت وصول کتاب
فقیر حقیر بہ مولوی عبداللہ صاحب دادہ خواہد شد روزے حضرت می فرمودند کہ فقیر دہلوی
کتابے نوشتہ است آن را سبب ازدیاد فساد پوشیدہ داشتہ ام بسیار خراب نوشتہ
در ہند بسیار ہستند کہ جوابش بخوبی خواہند داد فقیر بسیار بد کردہ خوب نہ نوشتہ۔ و درین ایام
بہ مولوی منور علی و مولوی منظور احمد وغیرہ ہم کتاب فقیر حضرت دادہ اند آنہا دیدہ اند و من
ہنوز در بارہ کتاب فقیر ہیچ ذکر نکردہ ام فقط گفتگوے ہر یک گوش می دارد و بجز افسوس
چیزے گفتن (نمی توانم) و خطوطے دیگر بخانۂ غلام رسانند و خیریت ( ) و جواب
عریضہ ہذا و جواب امانت مولانا رحمت اللہ کہ بالیہ شان دادہ شود نہایت جلد روانہ فرمایند
و رجسٹری وار باشد و یک پرچہ علیحدہ متضمن مضمون خاص باین خاکسار دران خط تحریر
فرمایند و خط دیگر چناں باشد کہ اگر بحضرت سرکار نمودہ شود مضمونے ناگوار خاطر نباشد
و اگر ممکن باشد یک نسخہ انوار ساطعہ اگرچہ یک صفحۂ آن ناتمام است ترتیب کنانیدہ
بہ سبیل پارسل روانہ فرمایند کہ حضرت تاکید آن بسیار می فرمایند۔ آیندہ آنچہ مناسب
مافی الضمیر منیر باشد زیادہ حد ادب۔

بخدمت برادرم جناب معلی القاب شیخ وحید الدین صاحب و بشیر الدین صاحب
دام اقبالہم سلام مسنون الاسلام و آداب محبت التیام پذیرا باد و بخدمت جناب مستطاب
مخدوم و قرۃ چشم محرک عرق انس میاں محمد صاحب زاد علمہ و عملہ و عمرہ و قدرہ السلام علیکم

مقبول باد و بخدمت همه پرسان حال سلام مسنون برسانند ۔ فقط

محمد خلیل الرحمٰن احقر تلمیذان و غلام فرزندان

( ) حارۃ الباب برمکان حضرت مولانا شیخ امداد اللہ صاحب دام فیضہم

( ) روز چہار شنبہ

برحاشیہ :

مولوی منور علی صاحب دقیقہ از شنا، وصفت مولانا ( ) نگذاشتند
وچیزے از پہلو تہی جناب از ملاقات فیمابین نہ برداشتند این کلمات بسرکار دام فیضہم
روبروے من هم گفتند کہ مولوی رشید احمد صاحب ہیچ عذرے برائے ملاقات
نکردند و بہمہ وجوہ راضی شدند و من بحلف روبروے بیت اللہ شریف می گویم کہ مرید
صادق جناب فقط ہمون مولوی رشید احمد است و بس و مولانا عبد السمیع صاحب باغواے
بعض مخالفان و معاندانِ این خاندان از ملاقات پہلوے تہی بعذرہاے ناموزون
کردند از دل این محزون برائے ( ) بلا تکلف برمی آید کہ ( ) حضرت
سلمہ اللہ تعالےٰ ( ) درخط خود برائے مولوی ( ) بسیار خفیف و
حقیر ....

برحاشیہ :

۱۰ر ذی قعدہ کو چونتیس روز میں مع الخیر داخل ( ) سہ شنبہ کو ۲۲ ذی قعدہ
مکہ میں ہیں ۲۵ ذی الحجہ کو مدینہ جائیں گے ( ) ہندوستان پہنچیں گے۔

(۱۹)

۷۸۶

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت فیض درجت سراپا اخلاص و محبت عزیزم مولوی عبدالسمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مکتوب بہجت اسلوب مورخہ یازدہم ذی الحجہ مرسلہ من مقام رامپور بذریعہ ڈاک ورود سرور لایا مشکور و مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو بدیں محبت و عنایت مکروہات دارین سے محفوظ رکھ کر درجات عالیات و قرب مراتب دارین میں عطا فرماوے۔ اس سال یہاں انواع اقسام کی آزمائش ہمارے بد اعمال و کثرت عصیان کے باعث سے سرزد ہوئی کہ جس سے ظاہراً مخلوق کو سخت مصیبت و تکلیف ہوئی کئی برسوں سے مینہ نہ برسنے کی وجہ سے تمام ملک حجاز میں سخت قحط ہوا اس سال بفضلہ برسات اچھی ہوئی مینہ حسب خواہ ہوا، اسی وجہ سے اس ملک کی پیداوار بھی خوب تھی لیکن اس دو تین مہینے کے عرصہ میں دو دفعہ ٹڈیاں اس کثرت سے آئیں کہ سب نباتات و سبزوں کو چٹ کر گئیں بڑے بڑے کھجور وغیرہ کے درختوں کے پتے تک نہ رہے اسی طرح اس منیٰ سے حج کے بعد ہیضہ شروع ہوا دوسرے تیسرے روز تمام مکہ معظمہ میں ایک بلا عالم گیر ہوگیا ایسے طوفان و زور شور سے یہ وبا پھیلی کہ قیامت کا نمونہ سب کو معلوم ہوتا تھا سینکڑوں روزانہ مرتے تھے تمام ملک کے حجاج دو ایک روز میں بھاگ نکلے اور شامی و مصری قافلہ بھی جلد روانہ کر دیا گیا اور مدینہ طیبہ کا قافلہ بھی بہت جلد روانہ ہوگیا اسی وجہ سے یہاں کے پیشہ ور اہل حرفہ تاجروں سوداگروں کا سخت نقصان و خسارہ ہوا کچھ بھی خرید و فروخت نہ ہوئی کیونکہ یہاں کے تجار و اہل حرفہ سال بھر اسباب کے مہیا کرنے میں مصروف رہتے ہیں بیع و شرا صرف حج کے دنوں میں ہوتا ہے اور حسب لیاقت سب کے سال بھر کا صرف اللہ تعالیٰ انھیں چند روزوں کی خرید و فروخت میں دے دیتا ہے اور جب شہر میں اور ملکوں کے روپے و مال بذریعہ تجارت و حرفہ آجاتے ہیں اور جمع ہو جاتے ہیں تو پھر بست و رنج سارے شہر کے باشندوں

کو اُن سے فائدے ہوتے رہتے ہیں لیکن دو سال سے تجارت و پیشہ میں بھی سخت آفت و خسارہ ہے اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔ غرض کہ جو قافلہ مدینہ طیبہ حج کے بعد گیا اس کو حکام نے بخوف وبا اندر شہر کے گھسنے نہ دیا صرف زیارت کی اجازت دی۔ تیسرے روز سب قافلہ کو واپس کر دیا اس سے سخت تکلیف زائرین کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ میاں کرم الٰہی صاحب جن کے ہاتھ آپ نے خط وغیرہ بھیجا تھا دکھن جہاز پر تھے وہ یہاں نہ آیا بلکہ قریب دو ماہ کے جزیرہ کامران میں بقاعدہ قرنطینہ مقید رہا اس کے حجاج کو سخت تکلیف و مصیبت ہوئی ان سب کے حج کے فوت ہو جانے اور چند ماہ معذب رہنے کا رنج از بس ہوا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تقصیرات کو معاف فرما کر رحم و کرم فرماوے۔ دکھن جہاز میں میرٹھ و سہارنپور وغیرہ اپنے اطراف کے بہت لوگ تھے بڑی کوشش کی گئی لیکن ایک ذرہ بھی کچھ کسی کی خبر نہ ملی نہایت تشویش ہے۔ چونکہ اب جہاز واپس گیا حجاج بھی سب گئے ہوں گے اس لیے امید ہے کہ آپ صاحبوں کو کچھ خبر ملے گی۔ اس لیے امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر جہاں تک آپ سے دریافت ہو سکے دریافت فرما کر ان کے حالات۔ اور اپنے ملاقاتی کی خیریت جو اس میں تھے جلد رقم فرماویں کیونکہ یہاں کے حکام نے اس جہاز کی خبر نہایت سختی سے بند کر دی تھی۔ اس لیے کچھ حال وخیر و عافیت کسی کی معلوم نہ ہوئی۔ ڈپٹی نجف علی صاحب وغیرہ بھی اُسی میں تھے۔ معلوم نہیں کہ یہاں کرم الٰہی صاحب کی معرفت جو خط آپ نے بھیجا تھا اس میں کیا حقیقت تھی۔ فقیر کو یقین ہے کہ جب حاجی محمد شفیع صاحب بڑھانوی اپنی جگہ میں آجائیں گے تو اُن کے روپے ان کو مل جائیں گے۔ اس لیے اب کوئی تشویش نہیں ہے۔

آپ میاں وجیہ الدین (.......) کی خدمت میں فقیر کی طرف سے بہت بہت سلام مسنون فرما کر یہ فرماویں کہ جس نے جو اوے کہ بہت سی مخلوق کو فائدے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے وجود باجود کو شرور مفسدان و حاسدان سے محفوظ رکھ کر ترقی درجات عالیات دارین فرماوے گا۔ فقیر دعا سے غافل نہیں ہے خصوصاً اپنے محسن و احباب کے واسطے دعا کرنا افضل عبادت یقین کرتا ہے۔

دیگر آنکہ مخلص و محرم خاص محب دلی مولوی منور علی صاحب سلمہ کہ جن کی مفارقت

فقیر کو سخت ناگوار ہے ان سے فقیر کو ہر طرح کی راحت ہے صرف آپس کی صلح کے واسطے
آپ کی خدمات (کذا) میں حاضر ہوتے ہیں اور یہی تاکید ہے سب کو کہ اپنی طرف سے دل
میں حتی الوسع کچھ کد و کاوش نہ رکھیں۔ دل صاف رہیں۔ اگر کسی مسئلہ میں کچھ بھی اختلاف
ہو صحابہؓ اور مجتہدین دین کا سمجھ کر کد و کاوش کو دل میں جگہ نہ دیں اخلاص اور محبت
سے رہیں۔

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی
۱۲۷۹

(۴۰)

مہر [محمد امداد اللہ فاروقی]

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت سراپا عنایت و محبت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکتوب بہجت اسلوب عزیز مع ہدیہ عطیہ مرسلہ عزیز، عزیزم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کی معرفت پہنچا ممنون و مشکور ہوا۔ یہاں کے حالات زبانی عزیز موصوف کی روشن ہوں گے اور خط سے منور علی کے بھی معلوم ہوں گے۔ جناب مولانا رحمت اللہ صاحب کے انتقال فرمانے سے مدرسہ وغیرہ کے سب کاموں میں بباعث مخالفت و ( ) باخوا (کذا) کے سخت تنزل ہے، افسوس ہے۔ جو امید کہ مولوی صاحب مرحوم اور دیگر اہل خیر کو ان کے بعد خیر جاری کی تھی وہ منقطع ہو گئی اللہ تعالیٰ کی کچھ ایسی مشیت تھی کہ مولانا کی زندگی سے سب کاموں کی بنیاد معکوس پڑی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر ان کے نیک ارادوں کو جاری فرمادے۔ اب فقیر کو صبح و شام ہے۔ دعا رحسن خاتمہ سے مدد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمھارا خاتمہ بالخیر فرما کر اپنے صدیقین مقربین کے زمرہ میں داخل فرمادے آمین۔ والسلام

گزارش یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ پر جو کوئی پیران عظام و اولیاء کرام کے مقدس سلسلہ میں داخل ہو تو آپ بلا عذر بیعت لے کر اللہ تعالیٰ کا نام مبارک و ذکر و شغل بتلا دو۔ ہادی و مضل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور پیران عظام واسطہ اور ہم سب تابع احکام۔ پس بزرگوں کی تابعداری و اطاعت کر دینا چاہیے آئندہ سنوارنے والا خود سنوارے گا۔ ہم کو اپنی قابلیت ولیاقت کا کیا خیال چاہیے۔ فقط

از مکہ معظمہ

۱۴ / صفر ۱۳۰۹ھ

بخدمت عزیز از جان محمد وحید الدین صاحب سلمہ بعد دعا کے واضح ہو کہ آپ کا ہدیہ پہنچا۔ ممنون ہوا اللہ تعالیٰ تم کو دارین میں جزائے خیر دے۔

بخدمت حافظ عبد الکریم خان بہادر سلمہ و بخدمت جناب مولوی عبد الحکیم صاحب و جمیع احباب سلام مسنون فرمادیں۔ فقط

عزیزم میاں محمد صاحب سلمہ دعوات ترقی درجات مطالعہ فرمایند۔

جناب مولانا (۔۔۔۔) و سیدی جناب حضرت مولانا مولوی عبد السمیع صاحب عمت فیوضہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

الحمد للہ احقر اس دم تک مع الخیر رہ کر ہمیشہ حضور کی صلاح و فلاح دارین کی دعا کرتا ہے۔ احقر اپنے حالات سفر و کیفیت بخیریت پہنچنے کی قبل عرض کر چکا ہے کرامت نامہ مع پانچ روپیہ عطیہ جناب مولانا خلیل الرحمن صاحب کی معرفت ورود اجلال فرمایا ممنون و مشرف ہوا۔ جناب حضرت اعلیٰ اقدس سیدی و مولائی سلمہ کا ضعف بر سر ترقی ہے۔ ارادہ مدینہ طیبہ کا بھی ہے اگر تشریف لے جائیں گے تو احقر بھی ہم رکاب جاوئے گا۔ حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ کا احقر پر سخت اعتراض رہا کہ روداد صلح کیوں نہیں اخبار میں شائع ہوئی، جس قدر کارروائی صلح ہوئی اس قدر واسطے خوشنودی اپنے قافلہ و اطمینان مصلح جماعت و خواہانِ صلح کے بس ہے۔ حسنِ ظن والے سب کو اچھا ہی ظن کرتے، بدگمانوں سے کچھ مطلب غرض نہیں۔ رسالہ انوار ساطعہ جو ترمیم ہو کر چھپا ہے اس کی نسبت بھی فرمایا کہ جس قدر جیسا چھپا تھا، ساتھ لانا ضرور تھا۔ اور حالات یہاں کے جناب مولوی خلیل الرحمن صاحب سے روشن ہوں گے آیندہ امیدوار دعا۔

اس دفعہ بھی حسبِ معمول عرفات و مزدلفہ و منیٰ میں نام بنام دعا کی گئی اور بہ توجہ و ہمتِ حضرت اعلیٰ و اقدس سلمہ اس دفعہ عرفات میں حاضرینِ مجلس پر فیوض و برکات و انوارِ عرفانی کی بارش سب سالوں سے زیادہ رہی اور رقت و بکا سے اکثروں کی بلکہ خود حضرت سیدی کی حالت متغیر رہی۔

الحمد للہ عجیب برکت و خوبی کی کیفیت اس سال رہی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک الحمد للہ۔ دعا میں حضور بھی شامل تھے۔ زیادہ والتسلیم بصد تکریم۔ بخدمت عزیزم مولوی محمد صاحب و بھیا جی صاحب و شاگردان جناب بہت بہت سلام مسنون و دعا فرما دیں فقط۔ بخدمت جناب مولوی عبد الحکیم صاحب و حاضرینِ خدمت عالیہ و ملاقاتی بندہ

سلام فرما دیا جاوے۔

فقط

[illegible] صفر ۱۳۰۹ھ

از مکہ

عریضہ از

احقر منور علی عفی اللہ عنہ

مدینہ طیبہ کی تھوڑی سی کھجور تبرکاً ...... برائے حضور [illegible]۔

لفافہ	تاکید بیعت
بامداد اللہ تعالیٰ	بمقام میرٹھ

بشرف ملاحظہ اقدس واکرم مخدومی وسیدی ماویٰ وملجائی جناب حضرت مولانا

مولوی عبدالسمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

از مکہ معظمہ

تاکید بیعت

صفر ۱۳۰۹ھ

(۴۲)

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت فیض درجت سراپا عنایت و محبت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب متع اللہ المسلمین
بطول حیاتہ و دفع اعدائہ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مکتوب بہجت اسلوب مورخہ ۱۶ صفر مع رسالہ انوار ساطعہ ترمیم شدہ و مولود شریف
مسمّٰی قصیدہ سلسبیل ہفتم ربیع الثانی کو بہت دیر کر کے پہنچا مشکور و مسرور ہوا اللہ تعالیٰ
آپ کو بدین محبت و ارادت درجاتِ عالیات و قرب مراتب عنایت فرماوے۔ قصیدہ
سلسبیل اسم بامسمّٰی فقیر کو بہت پسند ہے دو دفعہ پڑھوا کر سنا، سامعین کو بڑی لذت و کیفیت
ہوئی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ انوار ساطعہ کو خود بعض بعض مقام سے مطالعہ کیا
ہے اور اکثر مقامات سے پڑھوا کر سنا ہے ماشاء اللہ بہ نسبت سابق کے اس دفعہ تقریر
بھی عالمانہ و طرز بھی محققانہ نہایت مدلل و تحقیق سے لکھا گیا ہے اور عبارت بھی دلچسپ
اور زبان بھی دل کش ہے۔ آپ نے فقیر کے مشورہ کے موافق جو ترمیم و اصلاح فرما کر نرمی
و لینت سے لکھا ہے اور جو مضمون کہ سختی و تیزی سے لکھے گئے تھے ان کو نکال دیے ہیں
فقیر آپ کی اس محبت و عنایت کا بہت مشکور ہوا اور آپ کے حلم و حسنِ خلق آپ کا اور فقیر
کے ساتھ جو محبت و ارادت ہے وہ ظاہر ہوئی اس وجہ سے فقیر کے دل میں بھی محبت آپ
کی اور زیادہ مستحکم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں اس کے برکات عطا فرماویں کیونکہ
اس زمانے کے طلباء و علماء اپنی بات کی پچ میں اپنے پیشوا و اکابر کی نہیں سنتے تو مجھ فقیر
عزلت گزین کی کون سنتا ہے؛ فقیر آپ کی منصف مزاجی و انصاف پسندی و حق نیوشی سے
بہت خوش ہوا و محظوظ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی خوش رکھے۔ لیکن فقیر کا مقصود یہ تھا
کہ مسائل مختلف فیہ کی تحقیق جہاں تک ممکن ہو کی جائے اور حسبۃً للہ خلق کے فائدے کے
واسطے احقاقِ حق کیا جائے مگر مضمون کتاب و سیاق تقریر و تحریر سے ہرگز یہ غیر دل
پر ظاہر نہ ہو کہ فلاں شخص کے جواب میں لکھی گئی ہے یا فلاں شخص اس کا مخاطب ہے کیونکہ

حاشیہ: مکرر یہ کہ دس پندرہ نسخہ قصیدۂ سلسبیل کے یہاں کسی کی معرفت بھیج دیں۔ فقط

مخلص دوستوں کی نصیحت وپند وفہمایش اگر اپنے برادرِ دینی و احبابِ طریقت کے واسطے ہو تو بمقتضائے تہذیب شرعی و عقلی کے یہ ہے کہ سوائے اس برادر کے کوئی دوسرا نہ سمجھ سکے کہ کون اس کا مخاطب ہے۔ بمصداق اس کے (شعر):

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

اس لیے گنگوہی و دیوبند وغیرہ مثل اس کے لکھنا دوستوں کے کان کو اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اور دشمنوں کو خوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ اس لیے اگر پھر طبع ثانی کی نوبت آوے تو اس قسم کے مضمون کو جسے کوئی مخاطب پڑھے وہ نکال دیے جائیں تو بہت خوب ہیں۔ آیندہ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو اسلام و مسلمانوں کی امداد و ہدایت واستفاضہ کا وسیلہ و واسطہ بناوے آمین۔ پس ہماری یہی رائے اس باب میں ہے جو ظاہر کی گئی اگر کوئی شخص اس کے خلاف یا اسے کچھ بڑھا و گھٹا کر آپ سے بیان کرے یا کوئی تحریر دکھاوے تو آپ اس کو نہ ماننا۔

میاں محمد صاحب سلمہ کے عقد کا مژدہ پہلے ہی آیا تھا و مبارکباد بھی لکھا تھا اللہ تعالیٰ مبارک و میمون کرے اور اس کے عمدہ ثمرات سے دنیا کو فائدہ پہنچاوے۔ میاں محمد صاحب اور اپنے کل طلبہ کو سلام و دعا فرمادو خصوصاً بخدمت حافظ عبدالکریم خاں بہادر ستارۂ ہند و عزیزم شیخ وحید الدین صاحب و مولوی عبدالحکیم صاحب سلام مسنون و دعا فرمادیں۔

الراقم الآثم فقیر حقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

ازمکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب

۱۱۔ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ

مہر محمد امداد اللہ فاروقی ۱۲۷۹

بعد دستخط بقلم خود و مہر کے یہ بات یاد آئی کہ فقیر کی ہمیشہ سے یہ وصیت ہے کہ آپس میں اپنے قافلہ کے ساتھ محبت و ربط ضبط کی ترقی میں کوشش فرماتے رہو اور جو مصالحت وموافقت کہ باخود ہا میں ہوتی ہے اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر ہمیشہ اس کے بڑھانے میں ہمت دلی کو مصروف فرماؤ۔ علماء دیوبند آپ سے ملنے کو آپ کے گھر میں آئے آپ بھی اپنے مکان کے آتے جاتے وقت مدرسہ کے ملاحظہ کے بہانے سے سب سے مل لیا کرو۔

از فقیر امداد اللہ عفا عنہ

بخدمت فیض درجت سراپا عقیدت و محبت مکرمی عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زید عرفانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط آپ کا ۲۲ ذی الحجہ بذریعہ رجسٹر وصول ہوا، کمال ممنون و مشکور (ر)
کیا اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں خوش رکھے۔ آمین
مبلغ مرسلہ ایک سو پینتیس روپیہ (مائتہ) اور دس روپیہ (عہ) وصول ہوئے
اس کی جزا اور اجر اللہ تعالیٰ عنایت فرماوے۔ روغن زیتون دو رطل بمدست
عزیزم مولوی محسن صاحب میرٹھی کے روانہ کیا گیا ہے۔ اور دو نسخے کتابوں کے ایک
صواعق محرقہ اور ایک مسامرات بمدست عزیزم عبد الرحیم صاحب دہلوی کے روانہ ہیں
ان شاء اللہ تعالیٰ پہنچیں گے۔ رسید سے مطلع کرنا اور پانچ نسخے مرسلہ عزیز کے
بمدست حافظ احمد صاحب وصول ہوئے۔ عزیزم مولوی منور علی صاحب طائف کو گئے
ہوئے ہیں۔ ان کے آنے پر روغن زیتون اور روانہ کیا جائے گا۔ اور خلیل اللہ نامی
واعظ کا حال جو آپ نے تحریر کیا ہے، فقیر اس سے واقف نہیں اور نہ ایسے شخص
فقیر کے زمرہ میں ہیں جو صوفیہ کرام کی نقلیں کریں اور نہ کوئی کارروائی اس کی فقیر
کے پاس آتی ہے۔ ایسی باتوں اور ایسے شخصوں سے فقیر ہرگز راضی نہیں۔ ہر سال
کثرت سے لوگ آتے ہیں، اگر کوئی آگیا ہو تو فقیر کو معلوم نہیں۔ فقیر آپ کے اور آپ
کے اتباع کے واسطے دل سے دعا خیر کرتا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو جمیع حوادث
سے بچاوے۔ آمین۔ اپنے کام میں مصروف رہو، اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہے۔ فقط
اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے آمین۔ از طرف حافظ احمد حسین صاحب
و مولوی منور علی صاحب و مولوی عبد اللہ صاحب و میاں عبد الرحیم صاحب و کاتب الحروف
نیاز احمد السلام علیکم بصد شوق برسد۔

فقط

مہر | محمد امداد اللہ فاروقی |

از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب

۷ صفر ۱۳۱۰ھ

مولوی عبدالسمیع صاحب زید عرفانہ

از فقیر امداد اللہ عفا عنہ

بخدمت فیضدرجت سراپا عقیدت و محبت مکرمی عزیزم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ خط آپکا ۲۲ ذی الحجہ بذریعہ رجسٹری وصول
ہوا کاشف مضمون ہو کر مشکور کیا اللہ تعالیٰ آپکو دارین میں خوش رکھے آپنے
مبلغ مرسلہ ایکسو بیس روپیہ اور دس روپیہ وصول ہوئی اسکی
جزا اور اجر اللہ تعالیٰ عنایت فرماوے۔ روغن زیتون دو رطل
معرفت عزیزم مولوی حسن صاحب میرٹھی کے روانہ کیا گیا ہے۔
اور دو نسخہ کتابونکے ایک معمولات مخرقہ اور ایک مناظرات
معرفت عزیزم عبدالرحیم صاحب دہلوی کے روانہ ہیں انشاء اللہ تعالیٰ
پہنچنے کی رسید سے مطلع رہا اور پانچ نسخے مرسلہ عزیز کے معرفت
حافظ عبداللہ کے وصول ہوئی عزیزم مولوی منور علی صاحب طائف
کو گئے ہوئے تھے انکے آنے پر روغن زیتون اور روانہ کیا جاویگا

اور خلیل اللہ نامی واعظ کا حال جو آپنے تحریر کیا ہے۔ فقیر
اس سے واقف نہیں اور نہ ایسے شخص فقیر کے زمرہ میں
ہیں جو صوفیہ کرام کی نقلیں کریں اور نہ کوئی ظاہر ہوا کہ اسکا
فقیر کے پاس آتی ہے ایسی باتیں اور ایسے جھوٹے فقیر ہرگز راضی
نہیں۔ ہر سال کثرت سے لوگ آتے ہیں اگر کوئی آگیا ہو تو
فقیر کو معلوم نہیں۔ فقیر آپکے اور آپکے اتباع کیواسطے دلسے دعا
خیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ آپکو جمیع حوادث سے بچائے آمین۔ اپنے
کام میں مصروف رہو اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہے فقط
اللہ تعالیٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے آمین از طرف حافظ
احمد میاں صاحب و مولوی منور علی صاحب و مولوی عبداللہ صاحب
و میاں عبدالرحیم صاحب و کاتب الحروف نیاز احمد السلام علیکم
بصد شوق قبول ہو فقط

از [illegible]
۱۳۰[illegible]

بحضور اعلیٰ و اقدس مخدومی و سیدی جناب حضرت مولانا عبد السمیع صاحب دامت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کرامت نامہ فیض شمامہ مورخہ ہفتم جمادی الثانی باعث اعزاز و افتخار کمترین ہوا۔ احقر کس زبان سے شکر ادا کرے شعر ؎

از دست گدائے بے نوا ناید ہیچ ∴ جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

اللہ تعالیٰ جناب والا کو درجہ قربیت عطا فرماوے۔ جس وقت احقر طائف گیا تھا جناب کی فرمایش کی نسبت بحضور سیدی و مولائی سلمہ عرض کر گیا تھا۔ جناب حضرت اعلیٰ اقدس سلمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کچھ قیمت نہ چاہیے جس قدر قیمت آئی تھی وہ کافی تھی بلکہ اس میں سے ایک روپیہ بچ گیا تھا وہ احقر کو عنایت فرمایا کہ تو صرف کر۔ غرض یہ ہے کہ سب چیزوں کی قیمت کے دریافت کی حاجت نہیں ہے حضرت سلمہ کے مال میں سب اولادِ دینی کا حق ہے۔

روغن زیتون اگر شیشہ میں رکھا جائے تو بہتر ہے اور ٹین کے ٹکڑے کے ظرف میں بھی رہتا ہے اور لوگ اس کو کھاتے ہیں کچھ نقصان نہیں کرتا۔ آپ بلا وسواس اس کو استعمال فرماویں۔ یہاں ٹین کے ظروف کے باب میں خاص قانون ہے کیونکہ یہاں زمزم وغیرہ صدہا تبرکات ٹین کے ظرف میں رکھتے ہیں۔ آپ بذوق نوش فرماویں اور رکھیں تو اور بھی بھیج دوں۔ اس خط کے جواب میں کچھ توقف ہوا، معاف فرماویں۔ چونکہ جناب والا (نے) یہاں کی بعض چیزوں کو بدون اجازت اپنی کتاب میں درج فرمالیا ہے، اسی لیے اب احقر یہاں کی کارروائی سے جناب والا کو اس وقت تک مطلع نہیں کرے گا کہ آپ وعدہ کریں گے کہ آیندہ بدون اجازت نہ چھاپوں گا۔ بعض امر ایسا ہوا ہے کہ آپ سن کر بہت محظوظ ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آیندہ ارسال خدمت کروں گا۔ یہاں تمام علما و ثقات میں مشہور ہے کہ اس سال حج اکبر ہے بلکہ قاضی مکہ معظمہ نے جو حضرت کے خدام

میں سے ہیں احقر سے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سال حج اکبر ہوگا اگر حج و زیارت کرنے والے اس سال آویں تو خوب ہے۔ اگر مناسب ہو تو یہ خبر کسی اخبار میں مشتہر کرادیں۔ جناب نواب محمد محمود علی خاں صاحب جو حضرت کے خدام میں سے ہیں اور بڑی محبت و ارادت ہے وہ بضرورت اپنی ریاست چھتاری کو جاتے ہیں، امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ حج تک واپس آویں گے۔ احقر کے بھی بہت عنایت فرما ہیں۔ آئندہ بجز تسلیم مسنون و طلب دعا کے کیا عرض کروں۔ احقر نے بہت دفعہ آپ کی طرف سے طواف کیا ہے اور روزانہ ملتزم شریف پر آپ کے واسطے اور کل برادران طریقت کے واسطے دعا کرتا ہوں۔ والسلام

بخدمت جناب حافظ عبد الکریم خاں صاحب بہادر نجم الہند و جناب میاں وحید الدین صاحب مشہور بہ بھیا جی، و میاں بشیر الدین صاحب و عزیزم میاں محمد صاحب وجمیع شاگردان و احباب واقف کار بندہ (کو) سلام مسنون و دعا فرمادیں۔

منور علی عفی عنہ

از مکہ معظمہ

۲۷ رجب ۱۳۱۰ھ

لفافہ:

بعونہ تعالیٰ مقام کمپ میرٹھ، لال کرتی بازار، بکوٹھی حافظ عبد الکریم خان بہادر بخدمت فیض درجت سراپا محبت و ارادت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

از مکہ معظمہ

۲۷ رجب ۱۳۱۰ھ

وصل الی فی الیوم الثالث عشر من رمضان یوم السبت سنہ ۱۳۱۰ھ

یہ لفافہ پر عربی عبارت مولوی عبد السمیع بیدلؔ کے قلم سے ہے۔

۷۸۶

حق حق حق

برادر عزیز القدر محقق دقائق عارف حقائق عزیزم مولوی محمد عبد السمیع صاحب زاد اللہ عرفانکم آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد دعاے ترقی مدارج اعلی العلی کاشف مدعا ام کہ نامہ محبت شمامہ آن عزیز مع مبلغ یک صد وبست روپیہ علاوہ پنج روپیہ مولوی منور علی صاحب حسب تفصیل ذیل بدست عزیزی محمد خلیل الرحمن رسیدہ مشکور گردانید احسن اللہ جزاکم جمیعًا۔ نامہ نامی کہ در ماہ رمضان رسیدہ بود جواب سوالاتش روانہ کردہ شد اغلب کہ بعد تحریر این نامہ نزد آن عزیز رسیدہ باشد، حالا جواب سوال ثالثہ این است کہ حال محل قلب ارباب تشریح کہ می نویسند بران خیال نکنند ہمگی بزرگان باطن را فیضان الٰہی از ہمین جاے معلوم یعنی از زیر پستانِ چپ مشہود گشتہ از ہمین محل جویاے انوار شدہ باشند وباشد کہ قاعدہ اش در وسط صدر باشد ازان جا ہم تحصیل فیضان می شود مگر نام آن محل نزد ارباب بصیرت لطیفہ سر است ولونِ انوار ہر دو محل چنانکہ معلوم است جداگانہ است وحرکتِ قلب کہ بعد کثرت ضرب وذکر پیدا می شود بر محلش شاہد بدیہی وعلامتِ حسی است کہ ذاکر را محلش محسوس می شود وحرکت تمام قلب را می باشد نوک ہم بہ نسبت قاعدہ چیزے زائد متحرک می باشد وذکر اسم اللہ جل شانہ از باطن قلب تصور نمایند کہ عبارت از قلب حقیقی است واین مضغہ بمنزلہ مرکب او ومتعلق باوست چون تعلق جسم وروح کہ از انکشافش لطافتے درین مضغہ نیز پیدا می شود فقط ویک عدد چوغا ویک پاجامہ ویک مرزائی بہ روئی دار مرسلہ عزیزم میاں بشیر الدین احمد صاحب برائے رفع اشد حاجت موسم سرما رسیدند، اطال اللہ بقارہ ورزقہ اللہ حبہ ولقارہ آمین وسلام سنت الاسلام مع دعاے حفظ از شر معاندین من الانام وامن وصحت از اسقام من الروح والاجسام بجناب حافظ عبد الکریم صاحب وعزیزان شیخ وحید الدین وبشیر الدین احمد صاحب از فقیر ہمہ رسانند واز کامیابی عزیز میاں محمد طول عمرہ بغایت خوشنود گشتم بلغہ اللہ تعالیٰ علی مراتب الاعلےٰ من الآخرۃ والاولیٰ آمین۔

حق حق حق

زاد الله عرفانه آمین

برادر عزیز القدر محقق دقایق عارف حقایق عزیزم مولوی محمد عبد السمیع صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته بعد دعای ترقی مدارج اعلی العلی مکشوف خدام کرام باد که نامه
محبت شمامه آن عزیز معه مبلغ یکصد و بست روپیه علاوه پنج روپیه مولوی منور علی صاحب
حسب تفصیل ذیل بدست عزیزی محمد خلیل الرحمن رسیده مشکور گردانید احسن الله جزاکم جمیعاً
نامه‌ای که در ماه رمضان رسیده بود جواب سوالاتش روانه کرده شد اغلب که بعد تحریر
این نامه نزد آن عزیز رسیده باشد حالا جواب سوال شما این است که حال محل قلب با آن شرح
که منو نوشته بر آن خیال گذشته که گاهی بزمان باطن را فیضان الهی از همین جای معلوم یعنی زیر
پستان چپ مشهود گشته و از همین محل جای انوار شده باشد و باشد که قاعده ارشاد و سلوک شده
از انجام تحصیل فیضان می‌شود مگر نام آن محل نزد ارباب بصیرت لطیفه سر است و لون انوار
آن دو محل فیضان معلوم است چه امانه است و حرکت قلب که بعد کثرت ضرب ذکر پیدا می‌شود
بر محلش شاهد بدیهی و علامت حسی است که ذاکر را محلش محسوس می‌شود و حرکت تمام قلب ظاهر می‌باشد
ذکر اسم بنسبت قاعده جزئی را نیز مشروع می‌باشد و ذکر اسم الله جل شانه از باطن قلب

تفصیل زرِ موصول این است:

مولوی محمد عبد السمیع صاحب عـ۱ـہ	شیخ وحید الدین صاحب سلمہ مـ۵ـہ	مولوی رعایت الحق صاحب عـ۱ـہ
منشی مہربان علی صاحب عـ۱ـہ	منشی محمد صدیق صاحب عـ۱ـہ	منشی عبد الرحمٰن خانصاحب عـ۱ـہ
حافظ کرم الٰہی صاحب سوداگر صدر بازار میرٹھ عـ۱ـہ	حافظ محبوب علی خاں صاحب نقشہ نویس و واعظ صدر بازار عـہ	

میزان ۱۳ ماعہ — برائے ہمہ صاحبان موسومہ مرقومہ صدر دعاے خیر نمودم اللہ تعالیٰ قبول (فرماید)
از فقیر سلام مسنون رسانند۔ فقط

الراقم فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ از مکہ معظمہ

مورخہ ۲۳ صفر ۱۳۱۱ھ

مہر: محمد امداد اللہ فاروقی ۱۲۷۹

که عبارت از قلب حقیقی است واین بمنزلهٔ عرائس وقشر متعلق باوست چون تعلق جسم بروح

گر روز آنکه قشر لطافتی در یک مشغول بزینه پیدا میشود فقط و یک عدد جبه و یک پاجامه

و یک رومال همراه ولی داد رسید عزیزم میان بشیر الدین احمد صاحب برای رفع اشتهٔ حاجت

موسم سرما رسید اطال الله بقاءه و رزقه الله جسد لقاءه آمین وسلام مسنون الاسلام و

دعای حفظ از شر معاندین من الانام و امن و صحت از اسقام من الروح و الاجسام

بجناب حافظ عبد الکریم صاحب و عزیزان شیخ وجیه الدین و بشیر الدین احمد صاحب

از فقیر بدیہ رسانند و از خط میان عزیز میان محمد طور جرد بنهایت خوشنود گشتم بلغه

الله تعالیٰ مراتب الاعلیٰ من العزة والاولی آمین تفصیل زر موصوله این است

مولوی محمد عبد السمیع صاحب عہ	شیخ وجیه الدین صاحب وکیل عہ	مولوی رعایت حق صاحب عہ	منشی مہر باقعلی صاحب عہ
منشی محمد صدیق صاحب عہ	منشی عبد الرحمن خان صاحب عہ	حافظ کرم الہی صاحب صدر بازار میرٹھ عہ	حافظ محبوب علی خان صاحب واعظ صدر بازار عہ

میزان ما عہ برای ہمہ صاحبان مرقومہ صدر دعا خیر نمودم الله تعالیٰ قبول

از فقیر سلام مسنون رسانند فقط الراقم فقیر امداد الله عفی عنہ از مکہ معظمہ

مورخہ ۲۳ صفر سنہ ۱۳۱۱ ہجری

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ
بخدمت فیض درجت سراپا محبت و عقیدت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب زید فضلہٗ
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ایک خط رجسٹر آپ کا مورخہ ۲۸ ربیع الاول بذریعہ ڈاک وصول ہوا۔ کمال ممنون و مشکور کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ترقی دارین عطا فرما کر حسن خاتمہ نصیب کرے۔ للہ الحمد فقیر بہر نوع خیریت سے ہے ضعف روز افزوں ہے۔ موسم سرما میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔ خدا رحم کرے۔ آپ بھی فقیر کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کریں۔ فقیر آپ جیسے احباب کی دعا کا طالب ہے۔ آپ کی طرف بھی تعلق خاطر تھا۔ آپ کے خط آنے سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خورم رکھے۔ آپ کے امراض دور ہونے کے لیے بھی دعا کی گئی۔ اللہ تعالےٰ شفا عطا فرماوے۔ آپ صاحبوں کا مبلغ ایک سو دس روپیہ (عہ) بذریعہ رقعہ ملفوفہ دوکان علی جان والوں سے وصول کرا لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مال و جان میں برکت دیوے۔ حافظ عبد الکریم صاحب خان بہادر کی صحت کے لیے اور شر اعداء سے محفوظ رہنے کے واسطے دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب موصوف کو تمام امراض سے شفا بخشے اور شر اعداء سے امن میں رکھے۔ میاں شیخ وحید الدین صاحب اور شیخ بشیر الدین صاحب اور میاں محمد کو دعا اور سلام کہہ دیں۔ اور کتابیں حسب تحریر خرید کرا کر بہدست قاری حافظ احمد صاحب روانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ خیریت سے پہنچاوے۔

حیوۃ الحیوان	قوت القلوب	عینی
عہ	عہ	

فتوح الاسلام مع تاریخ مکہ مکرمہ ۲۷ روپیہ ۶ر
عہ

باقی ماندہ قیمت میں سے حمالی وکرایہ شتر وصندوق میں صرف ہوا۔ رسید کتب و دیگر کیفیت سے مطلع کریں۔

بخدمت منشی عبد الرحمٰن خاں صاحب و حافظ محبوب خان صاحب و حافظ کرم الٰہی صاحب، و مولوی رعایت الحق صاحب و منشی محمد صدیق صاحب وغیرہ احباب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ درجہ بدرجہ برسد۔

حافظ عبد الکریم صاحب خان بہادر کی خدمت میں بعد سلام دعا کے کہیں کہ آپ نے فیاضی اور دریا دلی سے عزیزم مولوی قاری حافظ احمد صاحب کے مدرسہ کا چندہ سالانہ ساٹھ روپیہ مقرر کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عطا فرماوے۔ فقیر بھی آپ کے لیے دعا کرتا ہے اول تو اس مدرسہ کا چندہ ایسا کہیں سے مقرر نہیں کہ مدرسہ کے مصارف کو کفایت کرے، دوسرا غرباء و مہاجرین کے لڑکے اس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں، تیسرا مسائل ضروریہ دینیہ جن کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے علاوہ اسباق روزمرہ کے سکھائے جاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ فقیر کو بھی پسند ہے۔ بوجوہات مذکورہ اس مدرسہ کا آپ کو خیال رہے۔ فقط

از مکہ مکرمہ دوم جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ

مہر | محمد امداد اللہ فاروقی |

مکرر آنکہ یہ خط اور کتابیں ہمراہ قاری احمد صاحب کے روانہ کرنا چاہا تھا چونکہ قاری صاحب مذکور کو توقف ہوا، اتنے میں آپ کا دوسرا خط مورخہ ۲۳ جمادی الاول بھی وصول ہوا۔ رسید روپیوں کی معرفت علی جان والوں کے روانہ ہو گئی، ان شاء اللہ پہنچے گی۔ اور عزیزہ راحیل صاحبہ کو بعد سلام و دعا کے کہہ دیں کہ فقیر نے دونوں لڑکیوں کی صحت کے واسطے دعا کی اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماوے۔ فقیر کا کام دعا کا ہے۔ اجابت خدا کی طرف سے ہے۔ فقط خط ملفوفہ ڈاک میں ڈال دینا۔

استخارات جو ضیاء القلوب میں ہیں سب کی آپ کو اجازت پہلے سے ہے دوبارہ بھی آپ کی تسلی کے لیے اجازت دی جاتی ہے۔ فقط۔ المرقوم ۳ رجب ۱۳۱۲ھ

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ

بخدمت فیضدرجت سراپا محبت و عقیدت شعار مولوی عبد السمیع صاحب زید عزہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک خط حسب آپکا مورخہ ۲۰ ربیع الاول
بذریعہ ڈاک وصول ہوا کہ ممنون و مشکور کیا اللہ تعالی آپکو
ترقی دارین عطا فرماوے اور حسن خاتمہ نصیب کرے۔ الحمد للہ فقیر بہر
نوع خیریت سے ہے ضعف روز افزوں ہے موسم سرما میں اور
زیادتی ہو جاتی ہے خدا رحم کرے آپ بھی فقیر کے لیے حسن خاتمہ
کی دعا کریں فقیر آپ جیسے احباب کی دعا کا طالب ہے۔ آپکی طرف
بھی تعلق خاطر تھا آپکے خط آنے سے خوشی ہوئی اللہ تعالی آپکو
خوش و خرم رکھے۔ آپکے امراض رمد ہونیکے لیے بھی
دعا کی گئی اللہ تعالی شفاء عاجلہ فرماوے۔ آپ بعد خوشنود ثنا

محبت صادق مخلص واثق عزیزی وحبیبی مولوی محمد عبدالسمیع صاحب زادت عرفانکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخلاص نامہ محبت انضمام مع ہفت جلد "نور ایمان" وبست و سہ جلد سلسبیل مرسلہ آن عزیز ویک چوغا و مرزائی و پاجامہ سرمائی و معہ تحفہ سلام حکیم میاں محمد طول عمرہ وزید فیضہ وقربہ وصاحبزادہ وحید الدین وبشیر الدین حصل اللہ مرامہم ورفع اللہ مقامہم وقیامہم وسلام مع پیام جناب محبت مآب حافظ عبدالکریم صاحب دام اقبالہم وفیضانہم بطول بقاءہم معرفت خلیل رسید باعث فرحت قلبی وراحت جسمی فقیر گردید برائے حصول مرام حافظ صاحب سلمہ اللہ تعالی در اوقات خاص دعا ہا کردم، ان شاء اللہ تعالی بہدف اجابت رسیدہ باشند و آئندہ از خیرخواہی آں عزیزان غافل نیم۔ فقیر را ہم بدعائے خیر حسن خاتمہ یاد آوردہ باشند وبرخوردار حکیم میاں محمد را بدعائے مطلوب یاد آوردہ بہ بیعت عثمانی در ہر سلسلہ خود داخل کردم، شجرہ از عقب روانہ کردہ خواہد شد، لازم کہ یہ اشغال باطنی حسب استعداد ایشان بتدریج ہدایت کردہ باشند کہ اشتغال بہ باطن ہم از اہم امور است و برائے تعلیم آں برخوردار عزیز وجود شما زیادہ مفید و موثر خواہد شد۔

سپردم بتو مایۂ خویش را

واللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین۔ فقط الراقم

لہ اس خط میں رسالہ نور ایمان اور سلسبیل کا ذکر ہے۔ یہ دونوں کتابیں ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۴ء) میں شائع ہوئی تھیں۔ لہٰذا یہ خط بھی اسی سال یا ۱۳۱۲ھ میں لکھا گیا ہے۔ نور ایمان نعتوں پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے اور سلسبیل میلاد منظوم ہے۔

صاحب زاده حکیم

محب صادق مخلص واثق عزیزی وحبیبی مولوی محمد عبد السمیع

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته اخلاص نامه محبت انضمام معه هفت جلد نور ایمان

و بیست و سه جلد سلسبیل و رساله الفخر و یک چوغا درزائی و پایجامه سرمائی

و معه تحفه سلام حکیم میان محمد طول عمره و فرزند ضیفه و قریبه و صاحبزاده وحیدالدین

و شبیر الدین جعل الله مرامهم و رفع الله مقامهم و قیامهم و سلام معه پیام

جناب محبت مآب حافظ عبد الکریم صاحب دام اقبالهم و فیضانهم بطول بقاءهم

معرفت خلیل رسید باعث فرحت قلبی و راحت جسمی فقیر گردید برای حصول

مرام حافظ صاحب سلمه الله تعالی در اوقات خاص دعا کردم انشاء الله تعالی

بفضله اجابت رسیده باشد و آینده از خیر خواهی آن عزیزان غافل نیستم

فقیر را هم بدعای خیر حسن خاتمه یاد آورده باشند و برخوردار حکیم میان محمد را

بدعای مطلوب یاد آورده به بیعت عثمانی در سلسله خود داخل کرده

شجره از عقب روانه کرده خواهد شد لازم که به اشتغال باطنی حسب استعداد

ایشان بتدریج هدایت کرده باشند که اشتغال به باطن هم

از اهم امور است و برای تعلیم آن برخوردار عزیز

وجود شما زیاده مفید و موثر خواهد شد سپردم بتو مایه خویش را

والله خیر حافظا وهو ارحم الراحمین فقط

الراقم

عزیزی مولوی عبدالسمیع صاحب زاداللہ علماً وعملاً

السلام علیکم!

الحمدللہ والمنۃ میں بخیریت ہوں۔ صحت وری احباب شب و روز چاہتا ہوں۔

آپ کا محبت نامہ موصول ہوا، حال مندرجہ معلوم ہوا۔ عزیزم! فیصلہ ہفت مسئلہ کی نسبت جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اہالیانِ دیوبند وغیرہ نے نہیں مانا بلکہ بعض بعض مقامات پر خورد بُرد بھی کر دیا گیا ہے، سو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے۔ کسی کی بات کُل جہان نے کب مانی ہے؟ خاص خاص لوگوں نے ہمیشہ تسلیم کی ہے، لیکن مخالفت و عدم مخالفت کا نتیجہ بھی فوراً ہی ظاہر ہو گیا ہے۔ خیر میاں، تم اپنا کام کرو، کسی کے افعال پر نظر مت ڈالو۔ اپنا فعل ساتھ جائے گا کسی کا کیا ہمارے کیا کام آئے گا؟۔ ہاں باقی طبع کے لیے جو آپ نے اجازت چاہی ہے سو شوق سے آپ طبع کرائیے میں آپ کو اجازت دیتا ہوں، لیکن تشریح طلب مقامات (کی شرح) اب مجھ سے نہیں ہو سکتی ہے۔ ایک دقت تھا کہ ذہن نے رسائی کی جو بات جی میں آئی لکھی گئی۔ اتنی فرصت کہاں کہ میں اب اس پر حاشیہ لکھوں اس کی شرح کی کوئی ضرورت نہیں، آپ کی کتاب خود اس کی شرح موجود ہے اور اگر آپ کو ایسی ہی ضرورت ہے کہ اس کے بعض مقامات کی شرح کی جائے تو آپ کو اجازت ہے کہ اس کو واضح کر دیجیے یا اپنے بھائی عزیزی مولوی اشرف علی صاحب سلمہ سے اس کی شرح کرائیے، مجھے معذور رکھیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عملِ خیر دے، استقامت نصیب فرمائے، محبت کاملہ عطا فرمائے اسی میں جلائے اسی میں مارے۔ آمین یارب العالمین۔

زیادہ والسلام

از مکہ معظمہ مورخہ دوم جمادی الثانی روز چہار شنبہ

آج ایک رقعہ آپ کا بذریعہ جناب حافظ امیر محمد صاحب وصول ہوا جس میں آپ نے رسید ہنڈوی طلب فرمائی ہے۔ عزیزم وہ ہنڈوی جناب علی جان صاحب کی دکان سے وصول ہوگیا۔ اس کی رسید بھی میں پہلے روانہ کرچکا ہوں۔ معلوم نہیں وہ کہاں غائب ہوگئی۔ خیر اب آپ خاطر جمع رکھیے روپیہ مجھ کو مل گیا۔

مہر | امداد اللہ فاروقی |

لفافہ:

ملک ہندوستان میرٹھ بازار لال کورتی بر کوٹھی جناب حافظ عبد الکریم صاحب خان بہادر

بملاحظہ اقدس مخدوم معظم جناب قبلہ مولانا محمد عبد السمیع صاحب دام فیضہم بگذرد

مرسلہ محمد خلیل الرحمٰن از مکہ معظمہ حارۃ الباب

یکم ذی الحجہ یوم خمیس ۱۳۱۲ھ

لفافے کی عبارت پر کسی نے لکھا ہے: ذکر بیعت حکیم میاں محمد

جناب قبلہ و کعبہ من اَدَامَ اللّٰہُ بَرَکَاتَکُم

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام کلا تعدّ علی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ اجمعین۔

الشکر للہ کہ این نالائق لائق زیارت بیت ربی وسیدی مرشدی شد نامہ و پیام پیشکش کردم بعد اظہار سرور پذیرا فرمودہ، بجواب نامہ مرشد شدند، مضمون نامہ و پیام بخوبی عرض داشتہ ہمہ را جواب باصواب یافتم و بقلم آوردم۔ برائے حافظ صاحب دام اقبالہم در خلوت و جلوت مراراً بدعا پرداختند، اللہ تعالیٰ قبول فرماید و ہمچنیں برائے برادران عزیزان جناب شیخ وحید الدین صاحب و بشیر الدین صاحب و حکیم میاں محمد صاحب بعد خوشنودی دعاہائے خیر فرمودند و برخوردار سعادت آثار حکیم میاں محمد صاحب را بہ بیعت قبول فرمودہ شجرہ مرحمت فرمودہ تعلیم او شان بجناب پدر بزرگوار ایشان تفویض فرمودند، و اخبار ناہموار بہ نسبت فیصلۂ ہفت مسئلہ کہ در ہند واقع شدہ مشہور شدند حضرت قبلہ را یک بیک معلوم بودند بیان فرمودند کہ بعض مخالفین ہند در ہند بہ کتاب من این چنیں بے ادبی ہا نمودند و سائر ایمانداران ہر چہار اطراف ہند این فیصلہ را قبول فرمودہ اکثر بہ لزوم شکریہ نوشتند و در بارہ اجازت مخصوص برائے صاحبین سماع استفسار نمودہ سکوت فرمودند و انکار اجازت ذکر کردند و عرض تحریر برائے ممانعت تالیف جواز ملاہی نامنظور شد و بہ نسبت این غلام گاہے حکم اقامت گاہے حکم مراجعت صادر می شود الہٰی خاتمہ بالخیر باد ___ نور ایمان و سلسبیل و طراز سخن پسندیدہ خاطر شدند ___ سوم ذی الحجہ یوم سبت سلسبیل در مجلس خاص در مجمع عام مع القیام حسب الحکم وقت صبح خواندم۔ حضرت خود ارشاد قیام فرمودند، اگر بجواب این عرضی خلیل تکلیف فرمایند موجب شادمانی مہجور شود آمینا۔

از جناب قبلہ مفتی مولا بخش صاحب خیریت جملہ دریافت فرمودہ تحریر فرمایند و خیریت این جا و سلام مسنون رسانند از کنیز و بنت سلام قبول فرمایند ۔ ماشاءاللہ حضرت بخیریت اندیکم محرم بمدینہ خواہم رفت ۔

اس خط میں مولانا عبدالسمیع بیدل کی تصانیف کا ذکر ہے۔ رسالہ طراز سخن ۱۳۱۲ھ میں میرٹھ سے چھپا تھا۔ اس لیے یہ بھی اس رسالہ کے بعد ہی مانا جائے گا۔

محبی و مخلصی مولوی محمد سمیع صاحب زید عرفانہٗ

بعد سلام سنت الاسلام کے معلوم ہو اول رجسٹری میں حوالہ مبلغ ایک سو پچھتر روپیہ کا تھا اس کی رسید ۲۱ ربیع الثانی کو دوسری رجسٹری کا جواب ۲۳ جمادالاول کو اور تیسری رجسٹری کا جواب یہ ہے۔ کتابیں مولود اوس وقت تک نہیں پہونچی تھیں اب ہمراہ اس تیسری رجسٹری کے ۔ ۲ نسخہ پہونچا' فقیر نے اول سے آخر تک بالاستیعاب سنا فقیر کا جو مذہب و مشرب ہے وہ لکھا ہے بہت پسند آئی اللہ تعالیٰ مصنف صاحب کو اور آپ کو اس کی سعی میں قبول فرما کر اپنے مخلصین سے کرے۔ آپ کے شاگرد صاحب کی طبیعت بہت مناسب اور توحید کی طرف متوجہ ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا حصہ تام بخشے۔

فقیر بفضلہ بخیریت ہے۔ والسلام فقط

المرسل فقیر محمد امداد اللہ عفی اللہ

باقی خطوط بیرنگ لفافوں میں ڈاک خانہ ڈلوا دیں ۲۹ جمادالاولی ۱۳۱۶ھ

مہر

برحاشیہ مکتوب :

بشیر الدین صاحب نے مولوی احمد حسن صاحب کو ایک ہزار روپیہ قرض دیا ہے کہ جس کی وجہ سے دخترِ ثانی ختم ہوا اب مولوی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ پانسو روپے جو کسی دوسری جگہ سے قرض لیا گیا ہے اوس کے بارہ میں بھی شیخ صاحب نے ان کو تحریر کیا ہے کہ اگر وہ تقاضا کریں تو یہاں سے ادا کر دیا جائے۔ اس قدر ہمت پر شیخ صاحب کی فقیر دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی محبت عطا کریں۔ فقط

از جانب فدوی کمترین محمد شفیع الدین بعد تسلیم، المرام آنکہ مولود شریف مرسولہ اول سے آخر تک حضرت قبلہ مدظلہ کو سنا (یا) گیا بہت محظوظ ہوئے اور دعا فرمائی۔ مگر یہ ایک خوش خبری آپ کو اور جناب حافظ بشیر الدین صاحب کے لیے ہے کہ جس روز آپ کی رجسٹری آئی تھی اسی روز جناب استادی مولوی احمد حسن صاحب مدظلہ کا خط آیا تھا اوس میں یہ بھی تحریر تھا کہ پانسو روپیہ تیسری جلد کے طبع کے لیے قرض لیا گیا ہے پھر جناب حافظ بشیر الدین کا شکریہ اور ان کی دریا دلی کا حال لکھا تھا کہ دوسری جلد انھیں کی امانت سے طبع ہوئی یعنی ہزار روپیہ قرض دیے تھے اور اب بھی یہ لکھا ہے کہ جو پانسو روپیہ قرض لیا ہے اگر وہ تقاضا کریں تو ہم کو اطلاع دینا پھر یہ بھی مولوی صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ میں نے جواب یہ لکھ دیا ہے کہ پہلا قرض آپ کا ادا ہو جاتا تو مجھ کو جرأت ہوتی اب مجھ کو شرم آتی ہے۔ حضرت قبلہ نے جب مضمون خط اور اُن کی اس قدرسی کا حال سنا نہایت درجہ خوش ہوئے اور وہ وقت تنہائی کا تھا اسی وقت آپ کے لیے اور شیخ صاحب موصوف کے لیے بڑی توجہ سے ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی، اور اس عاجز کو بھی اشارہ کیا۔ دعاے بزرگاں خصوصًا ایسے شیخ کامل کی اور پھر ایسے مقام متبرک میں، بھلا یونکر رد ہو سکتی ہے، یہ شیخ صاحب کے لیے بڑی خوش خبری ہے کہ دعا دلی مع التوجہ ہر شخص کے لیے نہیں ہوتی ہے۔ واقعی جناب استادی مدظلہ کی جاں نثاری مثنوی شریف اظہر من الشمس ہے، فنافی الشیخ اسی کا نام ہے کہ تعمیل حکم میں یک سر مو فرق نہ کیا اب حضرت قبلہ کو چونکہ ضعف تو اکثر زیادہ ہی ہوتا جاتا ہے اور ضعف بصارت سے کسی کو اچھی طرح سے شناخت بھی نہیں کر سکتے ہیں لہذا حضرت قبلہ کی خواہش اور مرضی یہی ہے کہ یہ کتاب میرے سامنے طبع ہو جائے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ کی عمر میں ترقی فرمائے مگر سامان ظاہری طبع کا نہیں ہے۔ حضرت استادی صاحب کا جو کچھ اس میں طبع میں شوق

ہے وہ از حد بیرون ہے مگر کیا کریں جو ان کا کام ہے وہ کرتے ہیں اس محنت شاقہ
شب و روز میں تین سال میں دو دفتر ہوئے ہیں اگر سامان ہوتا تو سب ہو جاتے تھے
اگر یہی حال رہا تو مدتے باید۔ مگر چونکہ حضرت قبلہ کی توجہ شامل ہے کیا تعجب ہے
کہ اللہ تعالیٰ چشم زدن میں سامان کر دے جیسا کہ پہلے دو دفتروں میں کر دیا ہے۔

والسلام

اس خط میں مثنوی مولانا روم کی طباعت کا ذکر ہے۔ چھٹی اور آخری سطر سے اندازہ ہوتا ہے کہ دو جلدیں مولانا احمد حسن کانپوری کی کوشش سے چھپ چکی تھیں تیسری جلد کی طباعت کا انتظار ہے۔ [illegible] کے بعد شائع ہوئی۔ پہلی جلد ربیع الاول [illegible] سے قبل [illegible] میں چھپی تھی دوسری [illegible] ہے۔

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی ۱۲۰۹

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت سراپا محبت وعنایت عزیزم مولوی عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت دنوں سے کوئی مسرت نامہ نہ آیا اس لیے تعلق ہے اور اگرچہ باطن قلب میں مقدمہ افتراء وبہتان کے باب میں اطمینان وتشفی ہے، لیکن چونکہ بظاہر کوئی خبر نہ آئی ہے اس لیے انتظار ہے امید کہ مقدمہ جعلی کا مفصل حال لکھیں۔ روغن زیتون و دو نسخے کتاب مطلوبہ مسامرہ و (.......) ارسال خدمت ہوئے۔ روغن زیتون معرفت مولوی محسن صاحب دیوبندی اور کتاب ہر دو نسخہ معرفت حاجی عبد الرحیم صاحب دہلوی۔ ہنوز رسید نہ آئی۔ فقیر کے ضعف کا حال بدستور ہے اب حرم محترم میں صرف جمعہ کو بمشکل تمام جاتا ہوں۔ مدینہ طیبہ کا ارادہ کئی سال سے ہے مگر ضعف ونقاہت کی وجہ سے ہر قافلہ میں فسخ عزم کیا جاتا ہے آپ کے جس قدر ہدیہ عطیہ مندرج خط تھے سب پہنچے اور اس کی رسید قبل بھی بھیجی جاچکی ہے۔ تمہاری کتاب انوار ساطعہ اکثر دیکھی ہے اور اکثر اس کو دیکھتا ہوں۔ فقیر کو طرز تحقیق وزبان فصیح وسلیس اس کی بہت پسند ہے اللہ تعالیٰ مقبول ومفید خاص وعام کرے۔ معلوم نہیں کہ بالفعل ہی علمائے وعزیزان دیوبند سکوت ہیں کہ وہی ردّ وتردید کا مشغلہ چلا جاتا ہے۔ آئندہ فقیر کے حسن خاتمہ کی دعا سے مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمہارا خاتمہ بالخیر فرماکر اپنے صدیقین کے زمرہ میں داخل فرمائے۔

از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب۔ ہفتم جمادی الاولیٰ

برحاشیہ :

بخدمت عزیزم مولوی محمد و دیگر احباب خصوصاً حافظ عبدالکریم خان بہادر اور اُن کے صاحبزادہ کی خدمت میں سلام مسنون فرما دیں۔

پشت پر :

بعد سلام آنکہ یہ گرامی نامہ باعث دو امر کے مؤخر ہوا، ایک یہ کہ چند روز ملا نہیں دوم یہ کہ حضرت شمس العارفین قبلہ کے ارشاد کی وجہ سے مثنوی شریف و کثرتِ مشاغل سے فرصت کم۔

والسّلام　　　　ابو احمد

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت عزیز القدر مولوی عبدالسمیع صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون و دعا، خیر آنکہ جواب خط و رسید اشیاء مرسلہ آن عزیز ہمراہ منشی حاجی مہربان علی (صاحب) فرستادہ شد خواہند رسید۔ حالا باعث تحریر آنکہ حامل خط میان حاجی دین محمد صاحب داخل سلسلۂ بزرگان شدند و بسبب عدم قیام بودن اوشان نوبت تعلیم ذکر وغیرہ نآمدہ است لہٰذا مشار الیہ را تلقین کردہ شد مناسب کہ اگر ازان عزیز از قسم ذکر و شغل و یا مسائل ازان عزیز استفسار نمایند حسب استعداد اوشان تلقین کردہ باشند فقط

(و مدام) بر حال اوشان (توجہ) مرعی دارند ۱۲

مہر

محمد امداد اللہ فاروقی

۱۲۷۹ھ

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ
بخدمت بابرکت عزیز القدر مولوی عبد السمیع صاحب نوّر اللہ قلوبہ بانوار العارفین
بعد سلام مسنون و دعائے ترقی درجات عالیات واضح رائے عزیز باد مکاتبہ
(باہجیۃ؟) ہمراہ حافظ محمد امیر صاحب مع دو اشرفی کلان سکہ شاہ عالم مرسلہ میاں وحید الدین
صاحب و دس روپیہ مرسلہ آن عزیز رسید و از حال مندرجش آگاہی بخشید۔
عزیز من کسی نے تمہاری شکایت نہیں لکھی (...... تمہاری) طرح اوروں کو بھی
بعض عزیزوں نے لکھا ہے تمہاری خصوصیت نہیں۔ فقیر کو کسی کے لکھنے پر خیال نہیں
خاطر جمع رکھو اپنے کام میں مشغول رہو اور ہدایت کرتے رہو۔ مسائل اختلافی میں تکرار
کرو نہ مُہر کرو بلکہ اکثر فتوے ان دنوں میں خالی نفسانیت سے نہیں حتی المقدور اپنے آپ
کو (......) ضرور ہے۔ فقط
ایک خط ڈاک میں آیا اس کے مضمون سے (......) ہوا بموجب تحریر کے
تین تعویذ ایک عزیز جان وحید الدین کے نام کا اور دو تعویذ دونو فرزند میاں محی الدین
مرحوم کے واسطے لکھ کر ملفوف خط روانہ کیا جاتے ہیں۔ تینوں صاحبوں کے بازوؤں پر
باندھ دینا ان شاء اللہ تعالیٰ حفاظت الٰہی میں رہیں گے۔ اور سحر و افسوں سے محفوظ، خاطر
جمع رکھو، نظر بخدا رکھو اور میاں وحید الدین کو کہہ دو کہ دعائے حزب البحر کو یاد کرلیں صبح
شام ہر روز ایک ایک بار پڑھ لیا کریں اور معوذتین کو بھی تین تین بار ہر روز ورد رکھیں
فقیر بھی آپ کے واسطے دعا حفاظت کی کرتا ہے۔

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ

بخدمت بابرکت عزیز من مولوی عبد السمیع صاحب زید مجدہٗ باللہ

بعد سلام مسنون و دعائے خیریت دارین مشہود رائے عزیز باد، للہ الحمد فقیر بہر حال مشکور و بحق آن عزیز دعائے خیر می کند۔ دو خط شما پے در پے رسیدہ سر ور گردانید. یک خط و دہ روپیہ ہمراہ منشی مہربان علی خاں صاحب رسید و خط دیگر بہمراہی منشی وزیر محمد خاں صاحب مرحوم مع دو اشرفی قیمتی ۱۴ مرسلہ میاں وحید الدین صاحب بن حافظ عبد الکریم صاحب رسید خاطر جمع دارند چنانچہ بموجب تحریر آن عزیز مبلغ ستہ روپیہ منجملہ مبلغ دہ روپیہ برائے سبیل زمزم بزمزمی دادہ شد۔ ان شاء اللہ تا مدت معہود سبیل زمزم جاری خواہد ماند و ثواب آن بروحِ زوجہ مرحومہ شما خواہد رسید خاطر جمع دارند و ہفت روپیہ و دو اشرفی بصرفِ خود آوردم۔ بدریافت انتقال زوجۂ آن عزیز رنج گردید اللہ تعالیٰ اور ابخشد و شمار اصبر و شکیبائی عطا فرماید، برائے مغفرت شان دعا کردہ شد و می کنم او تعالیٰ قبول فرماید۔ آمین۔

بخدمت میاں حافظ عبد الکریم صاحب سلمہ و عزیز جان وحید الدین و فخر الدین و معین الدین سلام و دعائے خیر گفتہ دہند۔ فقط